عقیدۂ ختم نبوت پر علمی و تحقیقی مجلہ

خصوصی اشاعت

سہ ماہی

المنتہیٰ

جلد 9 جنوری تا جون 5 شمارہ 30,3

سپریم کورٹ میں

قادیانی شکست

مبارک ثانی قادیانی کیس سے متعلق سپریم کورٹ آف پاکستان
کے تین متنازع فیصلوں کا شرعی، آئینی اور قانونی تجزیہ

پس منظر ... اثرات ... نتائج

چشم کُشا انکشافات، ناقابل تردید حقائق

محمد متین خالد

مدیر اعلیٰ
خواجہ غلام دستگیر فاروقی

ادارۃ المنتہیٰ پاکستان

زیرِ ظلِ عاطفت
متوکل علی اللہ، یادگار اسلاف قبلہ
حافظ محمد قاسم علی ساقی مدظلہ
آستانہ چشتیہ خیریہ جلال پور درس، شکر گڑھ

Regd. 2-66/8288

سہ ماہی
المنتہیٰ
رجسٹرڈ

جلد 9 | جنوری تا جون | 2025ء | 30,31

سرپرست اعلیٰ
عالمی مبلغ اسلام شیخ طریقت حضرت علامہ
خواجہ محمد بدر عالم جان زید مجدہ

مدیر اعلیٰ
خواجہ غلام دستگیر فاروقی

مدیر
صاحبزادہ مفتی غلام مرتضیٰ ساقی

مجلس ادارت
- مفتی محمد اسد اللہ نوری
- ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری
- ڈاکٹر محمد بلال شرفی القادری
- محمد ثاقب رضا قادری
- علامہ غلام مصطفیٰ مجددی
- پروفیسر علی وقار قادری

مجلس مشاورت
علامہ محمد اصغر شاکر | قاری محمد مجید نوری | حافظ محمد آصف قادری | قاری نعیم احمد سلطانی

قانونی مشیر: رانا محمد شفیق ایڈووکیٹ
نگران طباعت: صابر علی قادری
متعاون: حافظ علی رضا نفیس، اکرام اللہ صدیقی

رابطہ کمیٹی
عمر علی قادری | قاری نور نبی نقشبندی | حافظ حماد ملک
0306-4373145
0342-5428102
0303-5238504

سرکولیشن انچارج: راحیل احمد چشتی
0302-3911531

قیمت فی شمارہ 320/-

المنتہیٰ میں شائع ہونے والی نگارشات کے نفس مضمون کی ذمہ داری لکھنے والوں پر ہے

غلام دستگیر فاروقی نے زین پبلی کیشنز سے چھپوا کر ادارہ المنتہیٰ پاکستان سے شائع کیا۔

مرکزی آفس: ادارہ المنتہیٰ پاکستان جلال پور درس (چک امرو درو ٹی) شکر گڑھ
ذیلی آفس: جامعہ رحمت ٹاؤن شپ لاہور
E-mail:farooql4156@hotlook.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب	:	سپریم کورٹ میں قادیانی شکست
مصنف	:	محمد متین خالد
کمپوزنگ	:	زین کمپوزنگ سنٹر، داتا دربار مارکیٹ لاہور 0331-4032549
ایڈیشن اوّل	:	جنوری تا جون 2025ء
صفحات	:	104
ناشر	:	ادارۃ المنتہیٰ پاکستان

ملنے کے پتے:

※ ادارۃ المنتہیٰ پاکستان جلال پور درس (چک امر روڈ) شکر گڑھ (0303-8517218)

※ جامعہ رحمت قائد اعظم ٹاؤن صادق چوک ٹاؤن شپ لاہور (0302-3911531)

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم صل على محمد وعلى آل محمد

كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم

انك حميد مجيد

اللهم بارك على محمد وعلى آل محمد

كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم

انك حميد مجيد

سپریم کورٹ میں قادیانی شکست

مبارک ثانی قادیانی کیس سے متعلق سپریم کورٹ آف پاکستان
کے تین متنازع فیصلوں کا شرعی، آئینی اور قانونی تجزیہ

پس منظر..........اثرات..........نتائج
چشم کشا انکشافات، ناقابل تردید حقائق

محمد متین خالد

پیشِ گُفتار

6 فروری 2024ء مبارک ثانی (قادیانی) کیس پر پاکستان کی اعلیٰ عدلیہ سپریم کورٹ نے چیف جسٹس قاضی فائز عیسیٰ کی سربراہی میں فیصلہ دیا جس کے نتیجہ میں ملک بھر کے تمام مکاتب فکر نے تشویش اور تحفظات کا کھل کر اظہار کیا اور مسلکی تفریقات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنے پلیٹ فارمز پہ میٹنگز، آل پارٹیز اجلاس کا نہ رُکنے والے سلسلے کا آغاز کیا۔ ادارۃ المنتہیٰ پاکستان (جو تحفظ ختم نبوت کیلئے خاص ہے) کے زیر اہتمام بھی احساس ذمہ داری اور وفائے ختمی مرتبت ﷺ نبھاتے ہوئے سُوت کی اَٹی کی مثال بن کر کیس کی بریفنگ پر مختلف پروگرامز کئے جن میں ادارہ کے ہیڈ آفس (جلال پور درس چک امرورو ڈشکر گڑھ) اور ''جامعہ رحمت'' (ٹاؤن شپ لاہور) میں ہونے والے اجلاس قابل ذکر ہیں۔ 25 فروری بعد ظہر''جامعہ رحمت''میں علاقہ بھر کے معززین کو محقق مسئلہ ختم نبوت محمد متین خالد حفظہُ اللہ تعالیٰ نے تقریباً ایک گھنٹہ بریفنگ میں کیس پر منصفانہ تنقیدی تبصرہ و تجزیہ کر کے شرکاء کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا، یہ لیکچر ادارہ کے یوٹیوب چینل پر اپلوڈ ہے۔

چند اداروں نے چیف جسٹس کی استدعا پر اپنے تحفظات و سفارشات اور تجاویز تحریری صورت میں سپریم کورٹ میں جمع کروائیں، کیس کی ریویو پٹیشن میں سپریم کورٹ کا محفوظ شدہ فیصلہ 24 جولائی 2024ء کو سنایا گیا۔ فیصلہ پہلے سے بڑھ کر تشویشناک تھا۔ ملک بھر میں ایک ہنگامہ بپا ہوگیا اور اہلیان پاکستان بالخصوص دینی حلقوں کی طرف سے زبردست احتجاج ریکارڈ کروایا گیا۔ بعد ازاں جید علماء، وکلاء نے اپنے دلائل اعلیٰ عدالت میں پیش کئے (جس کی تفصیل آپ زیر مطالعہ کاوش میں دیکھ سکتے ہیں)۔

ہمارے محسن محمد متین خالد کے قلم سے اللہ کریم نے تحفظ ختم نبوت اور تحفظ ناموسِ رسالت کا کام کئی جہتوں سے لیا۔ وہ تخلیقی و تصنیفی صلاحیتوں کے سبب تحفظ ختم نبوت باب

میں بلحاظ تجر علمی و ادبی اور تقریری یگانہ حیثیت رکھتے ہیں ۔اُن کی خدمات گراں مایہ نا صرف قابل رشک بلکہ قابل تقلید بھی ہیں ۔احقر شرح صدر سے کہہ رہا ہے کہ ایسا کام بزعم خود نہیں بلکہ بزورِ عشق رسول ﷺ کیا جاتا ہے۔

فخرم بس است اینکہ کمینہ سگِ تو یم نازم برآں زماں کہ بہ لُطفم خریدہ ای
خِسرو تو بس بلند شُدی درطریق عشق گویا بہ پائے بوسہ سگانش رسیدہ ای

زیرِ نظر کاوش کی طرح اس خاص موضوع پر اُن کے دو ضخیم کام ''فتنہ قادیانیت کے خلاف عدالتی فیصلے'' (2 جلدیں) اور'' توہین رسالت کے مرتکبین کے خلاف سیشن کورٹ کے یادگار فیصلے'' 1082 صفحات پر مشتمل شائع ہو چکے ہیں جن کی مثال ڈھونڈے سے نہیں ملتی ۔

مبارک ثانی کیس پر ہونے والی کل پانچ سماعتوں کا ضخیم مسوّدہ حاصل کردہ سپریم کورٹ کو نظرِ عمیق ملاحظہ کر کے مزید تین فیصلوں کو سامنے رکھ تقریباً نو ماہ کی انتھک محنت سے یہ کاوش منظر عام پر آرہی ہے جس کا اندازہ قارئین بخوبی کر سکتے ہیں ۔اہل دانش جانتے ہیں کہ یہ کام پیچیدہ اور احتیاط طلب ہے ۔

عاجز اور ادارہ کے اراکین محمد متین خالد حَفِظَہُ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں کہ جناب نے مسوّدہ اشاعت کیلئے ہمارے سپرد کیا جو اس تاریخی فیصلہ پر ہماری نظر میں اوّلین تصنیفی و اشاعتی کاوش ہے ۔مہربان محمد متین خالد کے قلب و ذہن اور قلم کی نظر

ثنائے مصطفیٰ پیشِ نظر ہے مِرا مقصود کِتنا معتبر ہے
تعیّن قبلۂ نُطق و قلم کا سَراسَر مِدحتِ خیر البشر ہے

تحدیث نعمت

''اَلْمُنْتَھیٰ''، کی خصوصی اشاعت کیلئے سپریم کورٹ مبارک ثانی کیس کا مسوّدہ حضرتِ مصنّف محمد متین خالد سے لے کر جامعہ حاضر ہو کر اوّل تا آخر پڑھا۔رات کو قائدِ ملت اسلامیہ الشاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے تشریف لا کر عنایات فرمائیں، چند لمحات بعد ایک اور روحانی

منظر دیکھا کہ ایک کشادہ کمرہ سامعین سے بھرا پڑا دراں حالیکہ سب کے سامنے ''صحیح بخاری شریف'' ہے اور سب شیخ کے منتظر ہیں فقیر کو صاحب مسند کے قریب بیٹھنے کا شرف حاصل ہے۔ یکا یک امیر المجاہدین حافظ خادم حسین رضوی نور اللہ مرقدہ اپنے مخصوص حُلیہ میں جیسے ہی دروازے سے داخل ہوئے، دیکھتے ہی بے ساختہ روحانی کیفیت میں احقر کی زبان سے ''اَللہ اَللہ'' کا ذکر بلند آواز جاری ہو جاتا ہے، حضرت مسند پر تشریف فرما ہو گئے لیکن احقر مسلسل اُسی کیفیت میں ہے، حضرت نے ایک بار پھر احقر کی طرف اپنے مخصوص انداز سے دیکھا اشارہ اس طرف تھا کہ خاموش ہو جاؤ درس صحیح بخاری شریف شروع ہوا چاہتا ہے۔ درس بخاری ہوا۔

اَللہ اَللہ............ بیدار ہوا تو تہجد کی اذانیں بلند ہو رہی تھیں۔

تحفظ ختم نبوت کام پر صالحین اُمت کی ارواح کس قدر متوجہ اور راضی ہوتی ہیں، موضوع پر کام کرنے والے خوش نصیب ہی جانتے ہیں۔

نوٹ: سمجھ آئے تو قبول فرمائیں بصورت دیگر تصور اُو اپس کر دیں۔ مباحثہ ہم نہیں کرتے...... ویسے بھی بطورِ تحدیثِ نعمت صاحبانِ دل کیلئے تحریر کی ہے فقط۔

اللہ کریم ہماری نسلوں میں مقدس مشن جاری فرمائے۔ حضرتِ مصنف، والدین، اساتذہ، احقر، اراکین اِدارہ اور دیگر متعلقین کیلئے نجات کا ذریعہ کرے۔

آمین بجاہ خاتم النبیین

ایک چٹائی ہے ، مصلّٰی ہے، کُتب خانہ ہے
رہنا سہنا تیرے دُرویش کا شاہانہ ہے

نیاز آگیں

غلام دستگیر فاروقی

موسس: اِدارۃ المنتہیٰ پاکستان۔ ناظم: ''جامعہ رحمت'' لاہور

6 فروری 2024ء کو سپریم کورٹ آف پاکستان کے دو رکنی بنچ (چیف جسٹس جناب قاضی فائز عیسیٰ صاحب اور محترمہ جسٹس مسرت ہلالی صاحبہ) نے مقدمہ بعنوان مبارک احمد ثانی بنام ریاست (فوجداری درخواست نمبر 1054-L/2023 اور 1344-L/2023) میں ملزم کی درخواست ضمانت منظور کرتے ہوئے اسے رہا کرنے کا حکم دیا۔(2024 SCMR 1303) اس مقدمہ کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ قادیانی مربی اپنی جماعت کے اہم عہدیداران کی سرپرستی میں ایک عرصہ سے جھوٹے مدعی نبوت آنجہانی مرزا قادیانی کے بیٹے اور قادیانی جماعت کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود کے تحریف شدہ ترجمے اور تفسیر پر مبنی قرآن مجید، تفسیر صغیر کے نسخے سادہ لوح مسلمانوں میں تقسیم کر رہے تھے جس میں اسلام کے بنیادی عقائد کی صریحاً خلاف ورزی پر مشتمل مواد بکثرت موجود تھا، بالخصوص اس میں عقیدہ ختم نبوت کے مقابل اجرائے نبوت کو ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی تھی۔ قادیانیوں کی اس حرکت سے مسلمانوں میں ارتداد اور ان کے ذہنوں میں مختلف شکوک وشبہات کا زہر پھیل رہا تھا۔ چنانچہ پنجاب حکومت نے اپنی ایجنسیوں کی مکمل تفتیش اور تسلی کے بعد لاء اینڈ آرڈر کے پیش نظر 20 جنوری 2016ء کو اپنے نوٹیفکیشن نمبر:

SO(IS-111)6-15/2010/PT-1

کے تحت مذکورہ بالا تحریف شدہ ترجمہ قرآن پر پابندی لگا کر اس کے تمام نسخے فوری طور پر ضبط کرنے کا حکم دیا۔ قادیانیوں کی گستاخانہ جسارت یہاں تک بڑھی کہ انہوں نے پابندی کے باوجود مذکورہ تحریف شدہ قرآن مجید شائع کر کے اس کے ہزاروں نسخے ملک کے مختلف حصوں میں تقسیم کرنے شروع کر دیے اور اس کی پی ڈی ایف فائلیں بنا

کر سوشل میڈیا پر بھی عام کرنے لگے۔ کاؤنٹر ٹیریرزم ڈیپارٹمنٹ (محکمہ انسداد دہشت گردی) نے خفیہ اطلاعات پر کئی دفعہ کارروائی کر کے مذکورہ تحریف شدہ قرآنی نسخوں کو اپنے قبضہ میں لیا مگر اس کے بعد بھی قادیانیوں کی طرف سے مسلسل ان نسخوں کی اشاعت جاری اور چناب نگر، لاہور کے علاوہ ملک بھر میں ان نسخوں کو ایک سازش کے ذریعے پھیلایا جاتا رہا۔ چناب نگر (ربوہ) میں قادیانیوں نے ایک ادارہ مدرسۃ الظفر کے نام سے بنایا جس میں نوجوان نسل کو قرآن پاک کی اصل تعلیمات سے ہٹ کر اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے تحریف شدہ ترجمہ قرآن کی تعلیم دی جارہی تھی۔ قرآن پاک کے جو ترجمے شائع کیے گئے، ان کے نام مسلمان اکابرین کی تفسیرات سے مشابہ رکھے گئے۔ قرآن پاک کی جو تفسیرات تحریف کر کے اب بھی شائع کی جارہی ہیں، ان کے نام درج ذیل ہیں:

1- تفسیر صغیر

2- تفسیر کبیر

3- قرآن مجید کا ترجمہ از قادیانی خلیفہ حکیم نورالدین۔

یہ تینوں کتابیں قادیانیوں کے شعبہ نشر واشاعت ''نظارت اشاعت چناب نگر'' کے زیر اہتمام ضیاء الاسلام پریس چناب نگر سے مسلسل شائع کی جارہی ہیں۔

اس طرح تقریباً 10 کے قریب تحریف شدہ مختلف ترجمہ ہائے قرآن پاک شائع کیے گئے۔ یہ تمام کام نظارت اشاعت چناب نگر خالد مسعود، ناظر امور عامہ سلیم الدین، صدر انجمن احمدیہ کی ذیلی تنظیم تعلیم القرآن کی سرپرستی میں کیا جاتا رہا۔ اس حوالے سے ارباب اقتدار اور قانون نافذ کرنے والے اداروں (ہوم ڈیپارٹمنٹ، آئی جی آفس، پنجاب قرآن بورڈ وغیرہ) کو قانونی کارروائی کرنے کے لیے کئی مرتبہ ٹھوس شواہد کے ساتھ درخواستیں دی گئیں مگر کلیدی عہدوں پر فائز قادیانی سہولت کاروں نے بااثر ملزمان کے خلاف کوئی کارروائی نہ ہونے دی۔

چنانچہ اس سلسلہ میں 2018ء میں لاہور ہائی کورٹ میں ایک رٹ پٹیشن 214966/2018 دائر ہوئی۔ جناب جسٹس شجاعت علی خاں نے اس کیس کی سماعت کی اور اپنے فیصلہ (PLJ 2019 Lahore 297) میں قرآن مجید کا غلط ترجمہ کرنے والوں کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی کی ہدایت کرتے ہوئے لکھا ''غیر مسلم بالخصوص قادیانی خود کو نہ تو مسلمان ظاہر کر سکتے ہیں اور نہ ہی وہ مسلمانوں کی کتب بالخصوص قرآن مجید اور مسلمان مصنفین کے ناموں کو استعمال کرتے ہوئے کوئی مواد شائع کر سکتے ہیں۔ مزید وہ دوسروں کو اپنے مسلمان ہونے کا یقین دلانے کے لیے مسلمانوں کے القابات (شعائر اسلامی) کے استعمال کا حق نہیں رکھتے۔ تحریف شدہ متن یا مسخ شدہ ترجمہ کے ساتھ شائع شدہ قرآن مجید کو فوری ضبط کیا جائے اور اس کی اشاعت میں ملوث افراد/ جماعتوں یا کارپوریٹ باڈیز/ کمپنیز کے خلاف پنجاب قرآن بورڈ ایکٹ 2011 کی شقوں اور اس کے تحت بنے ہوئے قواعد کے مطابق کارروائی کی جائے۔ تمام غیر مسلم جماعتوں کو ایسے مواد کی طباعت و اشاعت جس میں مسلمانوں کی مذہبی کتب خاص طور پر قرآن مجید یا مسلم مصنفین کے نام استعمال ہوں گے، مضر اثرات سے آگاہ کیا جائے اور غیر مسلموں بالخصوص احمدیوں، لاہوریوں، قادیانیوں کو مسلمانوں کے خصوصی القابات (شعائر اسلامی) کے استعمال سے روکا جائے۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں کے تمام شعبہ جات کو غیر مسلموں (قادیانیوں) کی جانب سے ممنوعہ مواد کی طباعت و اشاعت کی روک تھام کے لیے متحرک کیا جائے۔'' لاہور ہائی کورٹ کا مذکورہ بالا فیصلہ 5 مارچ 2019ء کو صادر ہوا لیکن بدقسمتی سے مقتدر اداروں میں قادیانیوں کے اثر و رسوخ کی وجہ سے ہائی کورٹ کے مذکورہ بالا واضح احکامات کے باوجود قادیانیوں کی جانب سے تحریف شدہ قرآن مجید اور اس کے ممنوعہ تراجم شائع کرنے کا سلسلہ ختم نہیں ہوا۔ نہ صرف یہ کہ یہ ملعون گروہ ہزاروں کی تعداد میں پاکستان میں دنیا کی مختلف زبانوں میں تحریف شدہ قرآنی نسخے اور تراجم شائع کر رہا ہے بلکہ چناب نگر (ربوہ) ضلع چنیوٹ میں ان کے کم از کم

پانچ ایسے مراکز ہیں جہاں تحریف شدہ نسخوں کی تعلیم پورے ملک اور بیرون ملک کے سینکڑوں لڑکے لڑکیوں کو دی جارہی ہے۔ عدالت عالیہ نے اس سلسلہ میں جن اداروں کو ہدایات جاری کی تھیں، وہ اس کوتاہی، لاپرواہی اور مجرمانہ چشم پوشی کی بدولت توہین عدالت کے مرتکب ہورہے ہیں۔ ان اداروں نے محض خانہ پری کی خاطر چند خطوط لکھ کر قادیانیوں کی غیر قانونی سرگرمیوں سے عملاً آنکھیں بند کر لی ہیں۔ قادیانیوں کی قانون شکنی اور دیدہ دلیری ملاحظہ کیجئے کہ مذکورہ فیصلہ کے 2 دن بعد 7 مارچ 2019ء کو چناب نگر (ربوہ) میں قادیانی جماعت کے ادارے مدرسۃ الحفظ، عائشہ اکیڈمی و مدرسۃ البنات کی سالانہ تقریب نصرت جہاں کالج فار ویمن کے کھلے میدان میں منعقد ہوئی جس میں سرعام تحریف شدہ قرآن مجید یعنی تفسیر صغیر کے نسخے تقسیم کیے گئے۔

اس واقعہ کے ذمہ داران کے خلاف کارروائی کے لیے تمام شواہد کے ساتھ 14 مارچ 2019ء کو تھانہ چناب نگر میں درخواست دی گئی۔ درخواست پر چنیوٹ پولیس کے طریق کار کے مطابق ڈی پی او چنیوٹ، ڈی سی آئی کمیٹی اور بعد میں مشترکہ تحقیقاتی ٹیم اور دیگر کمیٹیوں کے رو برو انکوائری چلتی رہی جس میں فریقین پیش ہوتے رہے۔ یہاں ٹھوس شواہد پر مبنی مفصل تحریری موقف دیا جاتا رہا حتیٰ کہ ان کمیٹیوں کے فیصلے کے مطابق پولیس کی طرف سے درخواست قرآن بورڈ پنجاب کی رائے لینے کے لیے بھجوا دی گئی جس پر بعد ازاں قرآن بورڈ پنجاب نے ملزمان کے خلاف قانونی کارروائی کرنے کا لکھا۔ چنانچہ درخواست کے ساڑھے تین سال بعد 6 دسمبر 2022ء کو تھانہ پولیس سٹیشن چناب نگر (ربوہ) ضلع چنیوٹ میں تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298 سی، 295 بی اور دی پنجاب قرآن کریم (پرنٹنگ اینڈ ریکارڈنگ) ایکٹ 2011 کی دفعہ 7 اور 9 کے تحت مقدمہ نمبر 661/2022 درج ہوا۔ ایک ماہ بعد ملزم مبارک ثانی قادیانی (پرنسپل) 7 جنوری 2023ء کو گرفتار ہوا جبکہ ایف آئی آر کے مطابق دیگر ملزمان (خالد احمد شاہ ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ، ملک خالد مسعود ناظر اشاعت، مرزا فضل احمد ناظر تعلیم، سلیم الدین ناظر امور عامہ، امۃ القدوس پرنسپل مدرسۃ الحفظ،

عائشہ اکیڈمی و مدرسۃ البنات و دیگر نامعلوم ملزمان پرنٹر، پبلشر، اوتھر، کمپوزر، پروف ریڈر و معاونین) کو ابھی تک گرفتار نہیں کیا گیا اور شاید نہ ہی ایسا پولیس کا کوئی ارادہ ہے۔ 24 جون 2023ء کو جناب راجہ اجمل صاحب ایڈیشنل سیشن جج لالیاں نے ملزم پر فرد جرم عائد کی۔ یہاں ملزم نے اپنی ضمانت کے لیے درخواست دی جو عدالت نے دونوں فریقین کے دلائل، سرکاری وکیل کا موقف سننے اور ریکارڈ میں موجود شواہد ملاحظہ کرنے کے بعد 10 جون 2023ء کو مسترد کر دی۔ اس کے بعد ملزم نے لاہور ہائی کورٹ سے رجوع کیا جہاں جناب جسٹس فاروق حیدر صاحب نے دونوں فریقوں کے دلائل سننے کے بعد 27 نومبر 2023ء کو میرٹ پر درخواست ضمانت خارج کر دی۔ بعد ازاں ملزم نے سپریم کورٹ آف پاکستان میں درخواست ضمانت دائر کی جہاں 6 فروری 2024ء کو عدالت عظمیٰ نے درخواست ضمانت منظور کرتے ہوئے اسے پانچ ہزار روپے کے مچلکے جمع کروانے کے عوض رہائی کا حکم دیا۔ سپریم کورٹ آف پاکستان کا یہ فیصلہ قادیانیوں کے بارے میں شریعت، آئین اور قانون کے طے شدہ موقف کے سراسر خلاف اور متضاد تھا۔ عملاً قانون امتناع قادیانیت اور قرآن مجید کی درست اشاعت کے قانون کو غیر موثر کر دیا گیا۔ مذکورہ فیصلہ سے دنیا بھر کے مسلمانوں بالخصوص پاکستانی عوام میں شدید غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی اور انہیں تحفظ ختم نبوت کی سو سالہ کامیاب آئینی و قانونی جدوجہد سبوتاژ ہوتی نظر آنے لگی۔ مذکورہ فیصلہ پر تمام مذہبی اور سیاسی راہنماؤں اور وکلاء نے شدید تنقید کرتے ہوئے اسے مسترد کر دیا۔ واضح رہے کہ جناب چیف جسٹس قاضی فائز عیسیٰ اپنے متعدد فیصلوں میں یہ قرار دے چکے ہیں کہ اعلیٰ عدالتوں کے فیصلے عوامی ملکیت ہوتے ہیں جن پر بحث و تنقید کی جا سکتی ہے اور یہ بات آئینی اور دستوری لحاظ سے بالکل درست بھی ہے۔ یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ ان سطور میں ہماری تمام تر تنقید فیصلہ اور اس کے مندرجات اور دلائل پر ہے نہ کہ معزز عدالت پر۔

6 فروری 2024ء کو جب اس کیس کی سماعت ہوئی تو عدالت کے کمرہ نمبر 1 میں غیر معمولی طور پر غیر ملکی با اثر افراد کی پراسرار نقل و حرکت دیکھنے میں آئی۔ یہ حضرات خلاف

معمول اپنے لیپ ٹاپ سمیت دیگر ڈیوائسز آن کر کے کرسیوں کی پہلی رو میں بیٹھے براہ راست اپنے اپنے سفارت خانوں یا ملکوں سے رابطے میں تھے اور انہیں عدالتی کارروائی سے لحہ بہ لحہ آگاہ کر رہے تھے۔ یاد رہے کہ کمرہ عدالت میں بار کے عہدیداران یا سینئر وکلا سمیت کسی بھی شخص کو موبائل فون لانے کی اجازت نہیں ہوتی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سے عوامل تھے جن کی بنا پر غیر ملکی افراد کو لیپ ٹاپ جیسے آلات سمیت کمرہ عدالت میں آنے دیا گیا؟ غیر ملکی طاقتوں کی طرف سے اس کیس میں قادیانیوں کی پشت پناہی اور کمرہ عدالت میں ان کی خلاف ضابطہ پذیرائی سے فیصلے کے حوالے سے عوام میں جو تاثر دیا گیا، وہ نہایت منفی تھا۔ سماعت کے آغاز پر ملزم کے وکیل شیخ عثمان کریم الدین (جو خود بھی متعصب قادیانی ہے) نے درخواست ضمانت پر دلائل پیش کیے۔ سپریم کورٹ کے دو رکنی بنچ نے ملزم کے وکیل کے تمام دلائل نہایت انہماک سے ہمہ تن گوش ہو کر تفصیل سے سنے۔ اس کے بعد سرکاری وکیل جناب احمد رضا گیلانی ایڈیشنل پراسیکیوٹر جنرل پنجاب روسٹرم پر آئے اور کہا کہ اس کیس کی فائل مجھے کل رات گئے ملی جسے میں ملاحظہ نہیں کر سکا۔ چونکہ یہ ایک حساس قسم کا کیس ہے، اس لیے مجھے اس کی تیاری اور دلائل کے لیے صرف ایک دن کا وقت درکار ہے۔ چیف جسٹس جناب قاضی فائز عیسیٰ نے سرکاری وکیل کی یہ استدعا مسترد کر دی۔ اس کے بعد قادیانی ملزم کے خلاف مدعی مقدمہ کے وکیل جناب شاہد تصور راؤ ایڈووکیٹ روسٹرم پر آئے۔ ابھی وہ کچھ بول بھی نہ پائے تھے کہ چیف جسٹس صاحب اُن پر برہم ہو گئے اور کہا کہ مدعی کون ہوتا ہے مقدمہ درج کروانے والا؟ کسی کے پاس کیا حق ہے کہ وہ ایسے معاملات میں مدعی بنے؟ اگر کوئی جرم ہوا ہے تو وہ ریاست کے خلاف ہے، اب ریاست جانے یا ملزم۔ اس پر مدعی کے وکیل نے قانونی وضاحت پیش کرنا چاہی تو جناب چیف جسٹس نہایت غصے میں آ گئے اور وکیل کو توہین عدالت کا نوٹس جاری کرنے، وکالت کا لائسنس منسوخ کرنے اور جیل بھیجنے کا انتباہ کرنے لگے اور اُسے مزید بولنے سے منع کر دیا۔

تمہی کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے؟

اہل علم و دانش کا کہنا ہے کہ دوران سماعت جج غصے میں آتا ہے نہ مشتعل ہوتا ہے۔ تعصب اور عناد سے دور ہوتا ہے۔ کسی فریق کی توہین نہیں کرتا، دونوں فریقوں کو سن کر معاملے کی تہہ تک پہنچتا ہے۔ مگر افسوس! زیر نظر مقدمہ میں منظر نامہ اس کے برعکس ہے۔ خامہ انگشت بہ دنداں کہ اسے کیا لکھیے!

جناب چیف جسٹس کا یہ معاندانہ اور جانبدارانہ رویہ نہ صرف قابل مذمت تھا بلکہ مدعی کے وکیل کے ساتھ بدسلوکی عدالتی آداب (Court Decorum and Format Code of Conduct) کے بھی خلاف تھی۔ دنیا بھر کا مسلمہ دستور ہے کہ انصاف صرف ہونا ہی نہیں چاہیے بلکہ ہوتا ہوا دکھائی بھی دینا چاہیے۔ بصورت دیگر لوگوں کا انصاف کی فراہمی کے عمل سے اعتماد اُٹھ جائے گا۔ عدالت کا رویہ ایسا ہونا چاہیے کہ تمام فریقین کو عدل کا یقین ہو۔ جج کا رویہ کسی ایک فریق کے بجائے ہر سائل کے لیے یکساں ہونا چاہیے۔ مگر یہاں تو ''تن ہمہ داغ داغ شد، پنبہ کجا کجا نہم'' والی کیفیت تھی۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ کیس بنام ریاست تھا اور ریاست ہی اس کیس میں دلائل دے گی تو پھر صرف ملزم کے وکیل کو کیوں سنا گیا؟ اور اس پر مستزاد یہ کہ سماعت کے کان بند کر کے ریاست کے وکیل کو بھی دھتکار دیا گیا۔ اس معاندانہ رویہ پر انصاف کی دیوی کا وہ مجسمہ یاد آ گیا جس کی آنکھوں پر پٹی اور ہاتھ میں ترازو تھا۔ پھر چیف جسٹس قاضی فائز عیسیٰ صاحب نے پانچ صفحات پر مشتمل تحریری فیصلہ جاری کرتے ہوئے ملزم کے خلاف درج مقدمہ سے تعزیرات پاکستان کی توہین قرآن کی دفعہ 295 بی، قادیانیوں کی جانب سے شعائر اسلامی کے استعمال اور اس کی توہین کے خلاف دفعہ 298 سی اور قرآن مجید پرنٹنگ اینڈ ریکارڈنگ ایکٹ 2011 کی دفعات 7 اور 9 حذف کر کے مذکورہ ملزم کو پانچ ہزار روپے کے شخصی ضمانتی مچلکے جمع کروانے پر فوری طور پر رہا کرنے کا حکم دیا۔ حالانکہ ملزم نے خود بھی ان دفعات کو حذف کرنے کی درخواست نہیں کی تھی اور ماتحت عدالت میں ٹرائل بھی شروع ہو چکا تھا۔ جناب چیف جسٹس کا یہ فیصلہ شریعت، دستور پاکستان اور قانون سے متصادم اور کئی تضادات کا شکار ہے۔

ذیل میں ہم اس متنازع فیصلہ کا آئین وقانون کی روشنی میں غیر جانبدارانہ تجزیہ کرتے ہیں۔

① جناب چیف جسٹس کو چاہیے تھا کہ قادیانی ملزم کی درخواست ضمانت کی سماعت کے آغاز ہی میں ملزم کے وکیل سے دریافت کرتے کہ مذکورہ متنازع اور تحریف شدہ تفسیر قرآن کو حکومت پنجاب نے 20 جنوری 2016ء کو اپنے نوٹیفکیشن نمبر SO(IS-111)6-15/2010/PT-1 اور لاہور ہائی کورٹ نے اپنے فیصلہ (PLJ 2019 Lahore 297) میں اس کی اشاعت اور تقسیم پر پابندی لگا دی تھی۔ بتایا جائے کہ قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اس تحریف شدہ تفسیر قرآن کو دوبارہ کیوں شائع اور تقسیم کیا گیا؟ کیا قادیانیوں کی یہ قانون شکنی ریاست کی رٹ چیلنج کرنے کے مترادف نہیں؟ کیا چناب نگر (ربوہ) جو ریاست کے اندر ریاست ہے، کیا اس پر کوئی ملکی قانون یا ضابطہ نافذ نہیں ہوتا؟ کلیدی عہدوں پر بیٹھے وہ کون سے سہولت کار ہیں جنہوں نے قادیانیوں کو آئین وقانون کی خلاف ورزی کی شہ دی؟ حالانکہ ایک عام وکیل بھی جانتا ہے کہ محض ان سوالات پر ہی درخواست ضمانت خارج ہو سکتی تھی۔

② فیصلہ کے پیراگراف نمبر 11 میں کہا گیا کہ ملزم کے خلاف FIR میں تاخیر کی وضاحت نہیں دی گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ مقدمہ ریکارڈ کے مطابق مدعی مقدمہ نے وقوعہ بروقت متعلقہ کام کو رپورٹ کروایا جس کی تصدیق FIR کی سطر نمبر 14 میں درج تاریخ 14 مارچ 2019ء سے ظاہر ہوتی ہے۔ مدعی نے وقوعہ سے قبل بھی وقوعہ کی بابت درخواست 6 مارچ 2019ء کو دی جو مقدمہ کے ریکارڈ کا حصہ ہے۔ واضح رہے کہ مذہبی مقدمات ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر DPO کی اجازت کے بغیر درج نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ کالج کی اس تقریب کی شکایت پولیس سٹیشن سے DPO کے پاس چلی گئی، 25 دسمبر 2019ء کو یہ درخواست محکمہ سائبر کرائم کے حوالے کر دی گئی، 5 مئی 2021ء کو یہ درخواست پھر ڈپٹی کمشنر چنیوٹ نے سائبر کرائم کو بھیج دی۔ 17 مئی کو دوبارہ یہ

درخواست انہیں واپس بھیج دی گئی۔ 17 جون 2020ء کو آئی جی پنجاب کو بھی ایف آئی آر درج کرنے کے لیے درخواست دی گئی۔ یکم اکتوبر 2020ء کو ایس ایس پی انٹرا اکاؤنٹ ایبلٹی (Intera-Accountability) فیصل آباد نے مقدمہ درج کرنے کا حکم دیا لیکن کامیابی نہ ملی۔ دونوں چینلز سے مایوسی کے بعد لاہور ہائی کورٹ میں درخواست نمبر 61473/20 درج کرائی گئی۔ کورٹ نے وزیر اعلیٰ اور وزیر اعظم کو بھی درخواست درج نہ کرنے پر حاضر ہونے کے نوٹس جاری کیے، لیکن کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ اس دوران پنجاب قرآن بورڈ سے 28 مئی 2021ء کو تحریف قرآن پر رائے طلب کی گئی۔ 4 دسمبر 2022ء کو یہ رائے موصول ہوئی کہ واقعۂ تحریفِ قرآن کا جرم ہوا ہے۔ جس کے بعد 6 دسمبر 2022ء کو تین سال، نو ماہ کے بعد درخواست درج کی گئی۔ اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ مذہبی جرائم کی روک تھام اور اس پر محض شکایت کا اندراج کس قدر مشکل اور تھکا دینے والا کام ہے۔ پھر نا معلوم کیوں اہل مغرب کی طرف سے پروپیگنڈا اور اقلیتوں پر عوامی دباؤ کا ناجائز الزام لگایا جاتا ہے۔ اس طرح اندراج مقدمہ کی یہ تاخیر مدعی کے نقصان کی بجائے ملزم اور اس کے گروہ کی طاقت اور مقامی انتظامیہ کی غفلت، کمزوری یا بدنیتی کو ظاہر کر رہی تھی مگر فیصلہ میں انتظامیہ کے خلاف کارروائی کی بجائے حیرانی کی حد تک مدعی کو ہی ذمہ دار قرار دے دیا گیا۔ جناب چیف جسٹس کو ریاست کے ذمہ داروں سے یہ بھی پوچھنا چاہیے تھا کہ تحریفِ قرآن کا وقوعہ 7 مارچ 2019ء کو ہوا جبکہ ایف آئی آر تقریباً ساڑھے تین سال بعد 6 دسمبر 2022ء کو درج ہوئی۔ اس تاخیر کا کون ذمہ دار ہے؟ مزید یہ بھی دریافت کرنا چاہیے تھا کہ اس وقوعہ کے اصل ملزمان جن کے نام ایف آئی آر میں درج ہیں، ابھی تک کیوں گرفتار نہیں ہوئے؟ مزید براں قادیانی اپنے تبلیغی مشن (تحریک جدید) کے تعلیمی بورڈ (نظارتِ تعلیم) کے تحت اس جرم کا مسلسل ارتکاب کرتے رہتے ہیں۔ کیونکہ تحریف شدہ قرآن مجید قادیانی اداروں کے نصاب میں شامل ہے جیسا کہ مبارک احمد ثانی کی 2023ء میں گرفتاری کے

موقع پر ان سے مدرسۃ الحفظ عائشہ کا جو نصاب 2022ء۔ 2023ء برآمد ہوا، اس میں اس نام نہاد 'تفسیر صغیر' کو شامل نصاب دیکھا جا سکتا ہے۔ مجرم سے برآمد ہونے والی کتب میں نام نہاد تفسیر صغیر کے علاوہ ترجمہ قرآن مجید از مرزا طاہر احمد تفسیر کبیر از مرزا البشیر الدین محمود وغیرہ بھی شامل ہیں۔ اسی طرح 12 دسمبر 2022ء کو ایف آئی آر درج ہونے کے 6 روز بعد، جب مدعی نے ملزم مبارک احمد ثانی کو گرفتار کرنے کی درخواست دی تو اس میں بھی قرار دیا کہ تحریف شدہ قرآن کی اشاعت، تدریس اور تقسیم جاری ہے۔ گویا کہ جرم 2017ء سے تا حال جاری چلا آ رہا ہے۔

③ محترم چیف جسٹس نے اپنے فیصلہ میں لکھا کہ مذکورہ ممنوعہ کتاب کی اشاعت اور تقسیم پنجاب قرآن کریم پرنٹنگ اینڈ ریکارڈنگ ترمیم شدہ ایکٹ کے تحت 2021ء میں جرم قرار دیا گیا تھا جبکہ ملزم نے یہ کام 2019ء میں کیا تھا۔ چیف جسٹس صاحب نے مزید کہا کہ ''ہم نے اصل قانون اور اس میں کی گئی تبدیلیوں کا جائزہ لیا ہے اور یہ بات درست ہے کہ مذکورہ جرم 2021ء میں قانون میں شامل کیا گیا تھا''۔

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا

چیف صاحب نے اپنے اس موقف کو مزید تقویت دیتے ہوئے آئین پاکستان کے آرٹیکل 12 (1) کو نقل کیا اور کہا کہ چونکہ 2019ء میں ممنوعہ کتاب کی اشاعت یا تقسیم کوئی جرم نہیں تھا، لہٰذا ملزم پر فرد جرم عائد نہیں ہو سکتی تھی۔ اس بنا پر ملزم بے گناہ ہے اور مقدمہ سے یہ دفعہ حذف کی جاتی ہے۔ بصد احترام گزارش ہے کہ جناب چیف جسٹس کا یہ موقف نہ صرف مقدمہ کے حقائق، آئین و قانون سے ناواقفیت بلکہ Melafide Intention کے زمرے میں آتا ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ پنجاب قرآن کریم پرنٹنگ اینڈ ریکارڈنگ ایکٹ سال 2011ء سے نافذ العمل ہے۔ اس وقت سے ہی مذکورہ قانون میں متعلقہ دفعات 7 اور 9 موجود ہیں۔

آرٹیکل نمبر 7: قرآن کریم کی کسی آیت اور کسی قسم کی کتاب میں چھپنے والی آیت کے ترجمے اور تشریح میں اگر مسلمانوں کے کسی مسلمہ اعتقاد پر اگر کوئی زد پڑی تو متعلقہ

ناشر یا ادارہ اس غلطی کی بنا پر مجرم تصور ہوگا اور اسے آرٹیکل نمبر 9 میں مذکور سزائیں دی جائیں گی''۔

آرٹیکل نمبر 9: ''ایسا کرنے والے مجرم کو تین سال سے سات سال تک سزائے قید دی جائے گی، یا کم از کم ایک لاکھ روپے جرمانہ یا بیک وقت دونوں سزائیں دی جائیں گی''۔

یاد رہے کہ 2011ء میں مذکورہ ایکٹ کی ان دفعات کی خلاف ورزی پر سزا 3 سال اور جرمانہ 20 ہزار روپے تھا جبکہ 2021ء میں مذکورہ ایکٹ کی ان دفعات میں ترمیم کرتے ہوئے جرم کی سزا بڑھا کر 7 سال اور جرمانہ ایک لاکھ روپے کر دیا گیا۔ اسی ایکٹ 2011ء کے رولز نمبر 8 کی شق نمبر 14 کے تحت کوئی غیر مسلم بالخصوص قادیانی قرآن مجید سے متعلقہ ایسا مواد شائع یا تقسیم نہیں کر سکتا جیسا کہ اس مقدمہ میں ملزم نے ارتکاب کیا۔ لہٰذا جناب چیف جسٹس صاحب کا یہ کہنا حقائق کے منافی ہے کہ مذکورہ ملزم کے خلاف ایف آئی آر میں درج قرآن ایکٹ کی دفعات اس وقت موجود ہی نہیں تھیں جب اس نے 2019ء میں جرم کا ارتکاب کیا تھا۔ یہاں اس بات کا تذکرہ کرنا بھی نہایت ضروری ہے کہ محترم چیف جسٹس صاحب کی مذکورہ بات سے قانون سے نابلد سادہ لوح افراد اور سیکولر لابیوں نے الیکٹرانک اور سوشل میڈیا پر ملزم کے ساتھ ہمدردی اور مدعی مقدمہ کے خلاف طوفان بدتمیزی کا مظاہرہ کیا۔ یہ بیانیہ بنایا گیا کہ یہ کہاں کا اصول ہے کہ ملزم کے خلاف اُس دفعہ کے تحت مقدمہ درج کیا گیا جس کا وقوعہ کے وقت وجود ہی نہیں تھا۔ اس بے بنیاد پراپیگنڈے سے تحفظ ختم نبوت کا کام کرنے والوں کی ساکھ بے حد متاثر ہوئی۔ کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ اس کا ذمہ دار کون ہے؟

مٹی کی محبت میں ہم آشفتہ سروں نے
وہ قرض اتارے ہیں کہ واجب بھی نہیں تھے

④ جناب چیف جسٹس نے ملزم کے خلاف تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295 بی اور 298 سی بھی حذف کرنے کا حکم دیا۔ آیئے، پہلے متعلقہ دفعات ملاحظہ فرمائیں۔

دفعہ 295 بی تعزیرات پاکستان: ''جو کوئی قرآن پاک کے نسخے یا اس کے کسی

حصہ کی جان بوجھ کر بے حرمتی کرے، اسے خراب یا اس کی بے ادبی کرے یا اسے توہین آمیز طریقے سے یا کسی غیر قانونی مقصد کے لیے استعمال کرے تو وہ دس سال قید کی سزا کا مستوجب ہوگا''۔

اس مقدمہ میں ملزم نے جھوٹے مدعی نبوت آنجہانی مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا محمود کا تحریف شدہ ترجمہ وتفسیر قرآن سرعام تقسیم کیا۔ قرآن کریم پنجاب بورڈ نے اس پر اپنی رائے دیتے ہوئے کہا کہ اس کتاب میں کئی آیات کے ترجمہ وتفسیر میں نہ صرف تحریف کی گئی ہے بلکہ مسلمانوں کے بنیادی عقائد کو بھی توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہے۔ اس سے ملک بھر میں مذہبی منافرت، مسلمانوں کے مشتعل ہونے اور لا اینڈ آرڈر کی صورت حال پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اس دفعہ میں ''خراب کرنا، نقصان پہنچانا اور بے حرمتی کرنا'' کے الفاظ کو قرآن مجید کے ورقی نسخے کو پھاڑنے یا نقصان پہنچانے کے طبعی عمل کے ذریعے دیکھا جائے۔ اس کا متن میں تبدیلی یا مختلف ترجمہ یا من پسند تفسیر کرنے سے کوئی لینا دینا نہیں۔ لاہور ہائی کورٹ نے اپنے فیصلہ (2022 P Cr. LJ 259) میں اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ ''(معترضین نے) اس دفعہ کو صرف محدود دائرہ اطلاق میں لیا ہے ورنہ اس کا مفہوم وسیع تر ہے۔ لفظ ''خراب کرنا'' کی تعریف مقدمہ ''ریاض احمد اور تین دیگر بنام ریاست'' (PLD 1994 Lahore 845) میں درج ذیل ہے: ''خراب کرنے'' کا مطلب ہے خالص پن کو خراب کرنا یا کمال کو نقصان پہنچانا، بگاڑنا، ناپاک کرنا، آلودہ کرنا، داغ دار کرنا، تقدیس یا تکریم کی خلاف ورزی کرنا، بے ادبی کرنا، غیر متبرک کرنا، وقار خراب کرنا اور بے عزت کرنا۔'' درج بالا تعریف سے یہ واضح ہے کہ قرآن مجید کے کسی نسخے میں متن اور ورژن تبدیل کرنے کی کوئی بھی کوشش اگر دانستہ طور پر کی جائے تو ''خراب کرنا'' کے زمرے میں آئے گی۔ درخواست گزاروں کا قرآن مجید کے نسخے کو ناپاک کرنے یا اسلامی تاریخی تعلیمات (کو مسخ کرنے) پر کوئی پروگرام شروع کرنے کا ارادہ انہیں دانستہ طور پر کیے گئے فعل کے زمرے میں داخل

کرتا ہے''۔ مزید وضاحت کے لیے لاہور ہائی کورٹ کا فیصلہ (ظہیر احمد بنام حکومت پاکستان متفرق فوجداری درخواست نمبر 27057/B/2021، 28986/B/2021 اور فوجداری نظر ثانی درخواست نمبر 53955/2021 بتاریخ 24 دسمبر 2011ء) بھی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

اب آتے ہیں تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298 سی کی طرف۔

دفعہ 298 سی کے الفاظ یہ ہیں:

> ''قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو بلا واسطہ یا بالواسطہ خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے مذہب کو اسلام کے طور پر موسوم کرے یا منسوب کرے یا الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے یا کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو مجروح کرے تو اس کو کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین سال تک ہوسکتی ہے اور جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا''۔

حقائق وواقعات کے مطابق قادیانی ملزم نے خود کو مسلمان ظاہر کرتے ہوئے تحریف شدہ تفسیر قرآن تقسیم کی اور شعائر اسلامی کا استعمال کیا جو مذکورہ قانون کی خلاف ورزی تھی۔ واضح رہے کہ اس متنازع ترجمہ وتفسیر قرآن کے سرورق پر مرزا بشیر الدین محمود کے نام کے ساتھ (نعوذ باللہ) ''خلیفۃ المسیح ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہوا تھا۔ جہاں تک شعائر اسلامی کا تعلق ہے تو سپریم کورٹ آف پاکستان کے 5 رکنی بنچ نے اپنے فیصلہ (1993 SCMR 1718 ظہیر الدین بنام حکومت پاکستان) میں قرار دیا ہے کہ ''اسلامی شعائر کسی غیر مسلم کو انہیں اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتے اور اگر کوئی اسلامی حکومت برسر اقتدار ہونے کے باوجود کسی غیر مسلم کو اسلام قبول کیے بغیر ان کے

استعمال کی اجازت دیتی ہے تو وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں ناکام رہتی ہے۔ سیکولر ریاست کی طرح ایک اسلامی ریاست بھی قانون بنانے، غیر مسلموں کو اسلامی شعائر کے استعمال اور اپنے مذہب کی تبلیغ سے باز رکھنے کا اختیار رکھتی ہے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ ایسی پابندی کا مطلب بے ایمان اور دھوکے باز غیر مسلموں (قادیانیوں) کو اسلام کی مخصوص و نمایاں صفات کے استعمال سے باز رکھنا ہے تاکہ وہ اسلام کے نام پر دھوکہ دہی نہ کر سکیں۔ مزید قرار دیا گیا کہ اس دعویٰ پر بنیادی حقوق کی آڑ میں زور دینے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔''

298 سی اور 295 بی کو حذف کرنے کے لیے فیصلے کے پیراگراف نمبر 4 اور نمبر 5 میں کہا گیا کہ ایف آئی آر، چالان اور فرد جرم میں ملزم کے کسی ایسے عمل کا ذکر نہیں ہے جس سے ان دفعات کے تحت جرائم تشکیل پاتے ہیں۔ یہ بات حقائق کے منافی ہے جبکہ ایف آئی آر میں یہ الفاظ موجود تھے:

> ''ان اداروں کے پرنسپل، مہتمم (یعنی مبارک احمد) تحریف شدہ ترجمہ قرآن پاک تفسیر صغیر، ترجمہ قرآن مرزا طاہر احمد، ترجمہ قرآن میر محمد اسحاق، سادہ لوح بچوں کو پڑھا کر ان کی ذہن سازی اپنے گھناؤنے مقاصد کی تکمیل کی جانب کر رہے ہیں''۔

چالان میں بھی مذکورہ بالا الفاظ موجود تھے نیز مبارک احمد ملزم کے خلاف عائد کردہ فرد جرم میں بھی یہ الفاظ موجود تھے:

> 'On the same day, time and place you accused along with your co accused distributed and facilitated the distribution of the distorted translation of Holy Quran and Tafseer-e-Saghir, the book banned by Government of Punjab. In this way you accused posed yourself to be a Muslim which is punishable u/s 298 C PPC.'

معزز عدالت نے اپنے فیصلے میں تقسیم کرنے (disseminating) اور تعلیم دینے کے دو الگ الگ جرائم کو صرف ایک جرم (تقسیم کرنے) میں منحصر کرنے کی غلطی کرنے کے ساتھ ساتھ ایک اور بات بھی صریحاً نظر انداز کی کہ صرف ایک ممنوعہ کتاب کی تقسیم کا ذکر اپنے فیصلے میں شامل کیا، جبکہ ایف آئی آر میں صرف ایک ممنوعہ کتاب (تفسیر صغیر) کا ذکر نہیں، بلکہ اس کے ساتھ مزید دو ممنوعہ کتب کا ذکر بھی تھا یعنی: (1) ترجمہ قرآن مرزا طاہر قادیانی ((2 ترجمہ قرآن میر محمد اسحاق قادیانی۔ لہٰذا فیصلے میں صرف ایک ممنوعہ کتاب کا ذکر کرنا حقیقت کے منافی تھا۔ ملزم تین ایسی ممنوعہ کتب کی تقسیم و تدریس کرنے کا مرتکب ہوا جو قرآن کریم کی تحریف پر مشتمل تھیں اور قانون و شریعت کی رو سے یہ اقدام تعزیری جرم تھا۔ فیصلے میں اس کی تصحیح کی ضرورت تھی۔

جہاں تک پہلے جرم، یعنی ''قرآن کریم کی بے حرمتی کرنے'' کا تعلق ہے تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ ملزم جو تراجم و تفسیر تقسیم کر رہا تھا، وہ صراحتاً قرآن کریم کی بے حرمتی پر مشتمل کتب تھیں، کیونکہ ان میں متعدد قرآنی آیات کو محرف انداز میں پیش کر کے ان کا انطباق غلط افراد پر کیا گیا تھا اور مسلمانوں کے ان عقائد میں تحریف کی گئی تھی جن کو آئین پاکستان نے بھی تحفظ دیا اور انہیں مسلم کی تعریف میں شامل کیا گیا۔ یہ عمل مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295۔ بی بعنوان: ''قرآن پاک کی بے حرمتی وغیرہ'' کے تحت جرم ہے، کیونکہ اس دفعہ میں جن اعمال کو جرم کے زمرے میں داخل کیا گیا ہے، ان میں سے ایک عمل یہ بھی ہے کہ قرآن کریم یا اس کے کسی حصہ کو ''کسی معیوب یا کسی غیر قانونی مقصد کے لیے استعمال کیا جائے''۔ ملزم کی طرف سے تقسیم کی جانے والی تفسیر صغیر اور دیگر ممنوعہ تراجم بلاشبہ قرآن کریم کا معیوب استعمال ہونے کے ساتھ ساتھ غیر قانونی استعمال بھی تھا۔ لہٰذا ملزم کو تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295 بی کے تحت مجرم قرار دیا جانا ہی انصاف کا تقاضا تھا اور ملزم پر عائد فرد جرم سے یہ دفعہ حذف کرنا قطعاً درست نہیں تھی۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اعلیٰ عدلیہ ضمانت کے مقدمات میں سماعت

کے دوران ٹرائل پر اثر انداز نہیں ہو سکتی، لیکن زیر بحث مقدمہ میں عدالت عظمیٰ مقدمہ کے میرٹس پر بات کر کے اور شہادتیں ریکارڈ کیے جانے کے عدالتی عمل سے قبل ہی تمام دفعات ختم کر کے اس مقدمہ کے ٹرائل پر اثر انداز ہوئی اور یہ درحقیقت اپنے دائرہ اختیار سے تجاوز تھا۔

اس پس منظر اور حقائق کی روشنی میں مقدمہ سے تعزیرات پاکستان کی دفعات 295بی اور 298سی ختم کرنا ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

⑤ جناب چیف جسٹس نے اپنے متنازع فیصلہ میں قرآن مجید کی متعدد آیات سے خود ساختہ استدلال کرتے ہوئے ملزم کے جرم کو تکنیکی انداز میں جواز دینے کی مذموم کوشش کی۔ انہوں نے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 256 نقل کرتے ہوئے لکھا کہ ’’دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں کی جاسکتی۔ عقیدے کی آزادی اسلام کے بنیادی تصورات میں سے ہے لیکن افسوس ہے کہ لوگ دینی امور میں جذباتی طور پر مشتعل ہو جاتے ہیں اور قرآنی فریضہ بھلا دیا جاتا ہے‘‘۔ جناب چیف جسٹس کے اس استدلال سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیانیوں کو تحریف شدہ قرآن مجید شائع کرنے، تقسیم کرنے اور اپنے عقیدے کی تبلیغ کی اجازت ہے۔ ان کو اس کام سے روکنا یا ان کے خلاف قانونی کارروائی کرنا جبر کے زمرے میں آتا ہے۔ یہاں ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ملزم عدالت میں یہ استدعا لے کر آیا تھا کہ مجھے ڈرا دھمکا کر زبردستی اسلام قبول کروایا جارہا ہے یا ملزم نے دوران تفتیش، ایڈیشنل سیشن جج صاحب کی عدالت یا لاہور ہائی کورٹ میں یہ موقف پیش کیا ہو کہ اس پر جبر یا زبردستی کی جارہی ہے؟ ملزم نے تو آپ کی عدالت میں یہ درخواست دی کہ وہ ممنوعہ تحریف شدہ قرآن مجید کے نسخے تقسیم کرنے کے الزام میں ایک زیر سماعت مقدمہ میں جیل میں ہے، لہٰذا اسے ضمانت پر رہا کیا جائے۔ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ اس میں جبر کہاں سے آ گیا؟ معزز چیف جسٹس کو معلوم ہونا چاہیے کہ جبر اور پابندی میں بہت فرق ہے۔ ہر شخص جہاں وہ رہتا ہے، اس پر کئی آئینی اور

قانونی پابندیاں عائد ہوتی ہیں جنہیں جبر نہیں کہا جا سکتا۔ ٹریفک کے اشاروں پر رکنا اور چلنا جبر نہیں بلکہ پابندی ہے۔ مذکورہ بالا آیت کو اگر مکمل پڑھ لیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اہل ایمان کو تکفیر طاغوت کا حکم دیا گیا ہے نہ یہ کہ طاغوت کو ایک مذہب مان کر گمراہ کن عقائد کی تبلیغ و تشہیر کی اجازت دی جائے۔ لا اکراہ فی الدین کا معنی ہے کہ کسی کو زبردستی اسلام میں داخل نہیں کیا جائے گا کیونکہ ایمان صرف اقرار باللسان ہی نہیں بلکہ تصدیق بالقلب سے بھی عبارت ہے جو جبر میں شرعاً اور اخلاقاً درست نہ ہوگا۔ اس نکتے میں عدالت کی طرف سے ایک درست بات کا غلط مفہوم اخذ کرنے کی کوشش کی گئی جس کے منفی اثرات سے عدالت کی ساکھ شدید مجروح ہوئی۔

مذکورہ آیت کے علاوہ جناب چیف جسٹس نے اپنے فیصلہ میں سورۃ الحجر کی آیت نمبر 9 درج کی جس کا ترجمہ ہے: ''بے شک یہ ذکر عظیم (قرآن) ہم نے ہی اتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔'' اس ضمن میں جناب چیف جسٹس کا کہنا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے تو کسی کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ اس میں تحریف کے مرتکب کے خلاف مقدمہ درج کروائے؟ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے تو صحابہ کرامؓ نے اس کی حفاظت کے لیے کوششیں کیوں کیں؟ واضح رہے کہ ہر مسلمان اور اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ قرآن مجید کے متن اور اس کے ترجمہ کی تحریف سے حفاظت کرے۔ فقہ اسلامی میں تو غیر مسلم کو قرآن مجید کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں چہ جائیکہ وہ اسے شائع کرے یا تقسیم کرتا پھرے۔ یہاں اس ابہام کی وضاحت ضروری ہے کہ یہ محض کسی فقیہ کی رائے نہیں بلکہ قرآن کریم میں اللہ رب العزت کا واضح حکم ہے کہ لَّا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ۝ [سورۃ الواقعۃ] کہ اس کتاب مقدس کو صرف پاک لوگ ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ کیا چیف صاحب کی مذکورہ بات کا یہ مطلب لیا جا سکتا ہے کہ اب لوگوں کو قرآن کی حفاظت کا کوئی اِقدام کرنے، متفکر یا سرگرم ہونے کی ضرورت نہیں ہے، نہ اسے حفظ کرنے کی ضرورت ہے، نہ چھاپنے کی حاجت ہے اور نہ قرآن کریم کی تحریف کو جرم قرار دیا جا سکتا ہے اور اگر بالفرض کوئی شخص قرآن مجید میں لفظی یا معنوی تحریف کر

بھی لے، تو بھی اس کو روکا نہیں جا سکتا۔

یہاں اس بات کا ذکر بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ قرآن مجید کی سورۃ ہود کی آیت نمبر 6 میں اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کا رزق اپنے ذمّہ لیا ہے۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان ہاتھ پہ ہاتھ دھرے گھر میں فارغ بیٹھا رہے اور کام کاج کی کوئی کوشش نہ کرے، تب بھی اس کا رزق اس تک ضرور پہنچے گا؟ قرآنی تعلیمات کا اصول یہ ہے کہ انسانی فطرت اور عقل اس کی راہنمائی کے لیے کافی ہے۔ انسان کو انہی کی پیروی کرنی چاہیے۔ اگر کوئی شخص مسلمہ فطری اور عقلی قوانین کی خلاف ورزی کرے گا تو خود ہی اس کے نتائج بھگتے گا۔ ایسے میں اپنے فرائض سے چشم پوشی کرتے ہوئے قرآن مجید کی آیت درج کر کے ساری ذمہ داری اللہ تعالیٰ پر ڈالنے کا رویہ نہ علمی طور پر درست اور نہ عملی طور پر کسی مسئلے کو حل کرنے والا ثابت ہوگا۔ یاد رکھیے! قرآن مجید کی آیات سے غلط استدلال کرنا یا بغیر علم کے محض اپنی عقل سے غلط رائے بیان کرنے والا احادیث میں وارد سخت وعیدوں کا مستحق ہوگا۔

⑥ فیصلے کے پیرا نمبر 9 میں لکھا:

"قرآن شریف میں مذکور یہ اصول کہ دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں ہے، اسے آئین میں ایک بنیادی حق کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ آئین کی دفعہ 20 کی شق (اے) طے کرتی ہے کہ: ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے، اس پر عمل کرنے اور اسے بیان کرنے کا حق ہوگا اور دفعہ 20 کی شق (بی) یہ کہتی ہے کہ: ہر مذہبی گروہ اور اس کے ہر فرقے کو اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے، ان کی دیکھ بھال اور ان کے انتظام کا حق ہوگا۔ آئین کی دفعہ 22 یہ لازم اور مقرر کرتی ہے کہ:

> "کسی مذہبی گروہ یا فرقے کو کسی ایسے تعلیمی ادارے میں جس کا انتظام کلی طور پر اس گروہ یا فرقے کے پاس ہو، اس گروہ یا فرقے کے طلبہ کو مذہبی تعلیم دینے سے نہیں روکا جائے گا۔ آئین میں درج ان بنیادی حقوق سے انحراف یا گریز نہیں کیا جا سکتا۔"

یہاں بھی کتمان حق سے کام لیتے ہوئے آئین کے اس آرٹیکل کو جان بوجھ کر غیر موثر کرنے کی مذموم حرکت کرتے ہوئے مکمل درج نہیں کیا گیا۔ جبکہ اس آرٹیکل کے شروع میں درج ہے: "Subject to law, public order and morality." یعنی اس آرٹیکل میں دی گئی آزادی کا حق ہر حال میں قانون، امن عامہ اور اخلاق کے تابع ہوگا جبکہ قادیانی ان چیزوں پر عمل کرنے سے کلی طور پر انکاری ہیں۔

سپریم کورٹ آف پاکستان کے پانچ رکنی بنچ نے اپنے تاریخی فیصلہ (1993 SCMR 1718 ظہیرالدین بنام حکومت پاکستان) میں لکھا ہے:

- ''قادیانیوں کو دستور کے آرٹیکل 260/3 (ب) کی رو سے غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے اور وفاقی شرعی عدالت مجیب الرحمن بنام وفاقی حکومت پاکستان و دیگر (پی ایل ڈی 1985 ایف ایس سی 8) نامی مقدمہ میں اس بناء پر اس فیصلہ کی تصدیق وتوثیق کر چکی ہے کہ قادیانی، رسول اکرم ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتے اور قرآنِ حکیم کی ایک واضح اور صاف آیت کی تاویل کے ذریعے اس کی تکذیب کرتے ہیں اور اسلام میں ظل، بروز اور حلول جیسے مکاری پر مبنی تصورات کو فروغ دیتے ہیں۔ اس لیے انہیں حکم دیا گیا کہ وہ براہ راست یا بالواسطہ طور پر خود کو بطور مسلمان پیش کرنے سے باز رہیں اور مسلمانوں جیسے قانونی حقوق کا مطالبہ کرنے سے باز آ جائیں۔ ...... مذہبی آزادی کو امن وامان یا امن عامہ اور سلامتی میں مداخلت کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ یہ مؤقف اس اصول پر مبنی ہے کہ ریاست کسی کو اپنے حقوق سے استفادہ کرتے وقت دوسروں کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی یا سلب کرنے کی اجازت نہیں دے گی، اور یہ کہ کسی کو اس امر کی چھٹی نہیں دی جا سکتی کہ کسی دوسرے طبقہ کے مذہب کی توہین کرے، نقصان پہنچائے یا بے حرمتی کرے یا ان کے مذہبی احساسات کو مشتعل کرے، یہاں تک کہ امن وامان کا مسئلہ پیدا ہو جائے۔ اس لیے جب کہیں اور جہاں کہیں ریاست یہ باور کرنے کی وجوہ رکھتی ہو کہ امن وامان خراب ہو جائے گا یا دوسروں کے مذہبی جذبات مجروح ہوں گے، جس سے امن وامان کا مسئلہ پیدا ہو سکتا ہے تو وہ مجاز ہے کہ ایسے

کم سے کم انسدادی اقدامات بروئے کار لائے جو قیام امن وامان کے لیے ضروری ہوں"۔

............سپریم کورٹ نے (PLD 1987 SC 304) کے صفحہ 356 پر حسب ذیل رائے کا اظہار کیا تھا۔ "جب تک قطعی طور پر یہ ثابت نہ کر دیا جائے کہ مقننہ میں بیٹھنے والی مسلمانوں کی جماعت نے کوئی ایسا قانون نافذ کیا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یا سنت نبوی ﷺ یا کسی اصول کی رو سے جو ان کے لازمی مفہوم سے ماخوذ ہو، ممانعت کی گئی ہو تو کوئی عدالت ایسے قانون کو غیر اسلامی قرار نہیں دے سکتی۔"

............پس یہ بات واضح ہے کہ دستور نے اسلامی احکام کو جیسا کہ وہ قرآن وسنت میں ہیں، منضبط حقیقی اور موثر قانون کے طور پر اپنا لیا ہے، معاملہ کی اس صورت میں اسلامی احکام ہی جیسا کہ وہ قرآن وسنت میں درج ہیں، اب حقیقی قانون کا درجہ رکھتے ہیں۔ آرٹیکل 2A، نے اللہ تعالیٰ کے اقتدارِ اعلیٰ کو موثر اور واجب التعمیل بنا دیا ہے،۔ اسی آرٹیکل کی بدولت قراردادِ مقاصد میں درج قانونی احکام اور قانون کے اصول موثر اور آئین کا مستقل حصہ بن گئے ہیں۔ اس لیے انسان کا بنایا ہوا ہر قانون احکام اسلام کے جیسا کہ وہ قرآن وسنت میں مذکور ہیں، مطابق ہونا چاہیے اور آئین میں دیئے گئے بنیادی حقوق بھی اسلامی نظریات وتعلیمات کے منافی نہیں ہونے چاہئیں۔......اگر کسی قادیانی کو انتظامیہ کی طرف سے یا قانوناً شعائر اسلام کا اعلانیہ اظہار کرنے یا انہیں پڑھنے کی اجازت دے دی جائے تو یہ اقدام اس کی شکل میں ایک اور (سلمان) رُشدی تخلیق کرنے کے مترادف ہوگا۔ کیا اس صورت میں انتظامیہ اس کی جان، مال اور آزادی کے تحفظ کی ضمانت دے سکتی ہے اور اگر دے سکتی ہے تو کس قیمت پر؟ مزید برآں اگر قادیانیوں کو گلیوں یا جائے عام پر جلوس نکالنے یا جلسہ کرنے کی اجازت دی جائے تو یہ خانہ جنگی کی اجازت دینے کے برابر ہے۔ یہ محض قیاس آرائی نہیں، حقیقتاً ماضی میں بارہا ایسا ہو چکا ہے اور بھاری جانی ومالی نقصان کے بعد اس پر قابو پایا گیا۔ (تفصیلات کے لیے منیر رپورٹ دیکھی جاسکتی ہے۔) ردعمل یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی احمدی یا قادیانی سرعام کسی پلے کارڈ، بیج یا پوسٹر پر کلمہ کی نمائش کرتا ہے یا دیوار یا نمائشی

دروازوں یا جھنڈیوں پر لکھتا ہے یا دوسرے شعائرِ اسلامی کا استعمال کرتا یا انہیں پڑھتا ہے تو یہ اعلانیہ رسول اکرم ﷺ کے نام نامی کی بے حرمتی اور دوسرے انبیاء کرام کے اسمائے گرامی کی توہین کے ساتھ ساتھ مرزا قادیانی کا مرتبہ اونچا کرنے کے مترادف ہے جس سے مسلمانوں کا مشتعل ہونا اور طیش میں آنا ایک فطری بات ہے اور یہ چیز امن عامہ کو خراب کرنے کا موجب بن سکتی ہے۔ جس کے نتیجہ میں جان و مال کا نقصان ہوسکتا ہے۔‘‘

یہ ایک مسلمہ امر ہی کہ مذہب کی آزادی نا صرف اخلاق و قانون اور امن و امان سے مشروط ہوتی ہے بلکہ اس کی ایک حد ہوتی ہے۔ یہ بے لگام ہو جائے تو معاشرے کا امن وسکون تباہ ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آزادی اور انارکی میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ آزادی اگر اپنی حدود سے باہر ہو جائے تو پھر انارکی بن جاتی ہے اور دوسروں کے حقوق پامال ہوتے ہیں۔ آزادی اور ذمہ داری اور حدود کی پاس داری لازم وملزوم ہیں۔ آزادی کے نام پر نہ تو دوسروں کی آزادی اور حقوق کو پامال کیا جا سکتا ہے اور نہ اُسے دوسروں کے عقائد اور جذبات کو مجروح کرنے کا ذریعہ بننے کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر نظام میں آزادی کو قانونی، اخلاقی اور ملکی سلامتی کی حدود میں پابند کیا جاتا ہے۔ کسی مہذب معاشرے میں کسی کو اس بات کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ اب جو کرنا ہے، کر گزرو، کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوگی، کوئی روک ٹوک کرنے والا نہیں ہوگا۔ پھر یہ آزادی ایک مجرمانہ فعل بن جاتی ہے جس کی قانون میں کوئی گنجائش نہیں۔ جو آزادی تشدد پر ابھارے یا مشتعل کرنے کا باعث ہو یا تشدد پر منتج ہو، ایسی آزادی کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ اگر آزادی ہر قسم کی قیود سے چھٹکارے کا نام ہے تو پھر ان قوانین کو ختم کر دینا چاہیے تاکہ جس کے جی میں جو آئے، اس پر عمل کرتا جائے، شر انگیز مواد لکھتا جائے، شائع کرتا جائے اور تقسیم کرتا جائے اور اسے کسی قانونی پابندی کا خوف نہ ہو۔ آزادی کے وکیل کیا اس کی حمایت کریں گے؟

پاکستان کے ہر شہری کے لیے لازم ہے کہ وہ مملکت پاکستان سے وفادار رہے۔ اس کے لیے سب سے پہلے ضروری ہے کہ وہ آئین پاکستان کو دل و جان سے تسلیم

کرے۔آئین کے آرٹیکل نمبر 5 کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

5(1) Loyalty to the State is the basic duty of every citizen.

مملکت سے وفاداری ہر شہری کا بنیادی فرض ہے۔

5(2): Obedience to the constitution and law is the (inviolable) obligation of every citizen wherever he may be and of every other person for the time being within Pakistan.

دستور اور قانون کی اطاعت ہر شہری خواہ وہ کہیں بھی ہو اور ہر وہ شخص جو وقتی طور پر پاکستان میں ہو، کی (واجب التعمیل) ذمہ داری ہے۔

یاد رہے کہ قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ پاکستان اکھنڈ بھارت بنے گا۔قادیانی جماعت کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود نے کہا تھا:

- ''ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہندو مسلم سوال اٹھ جائے اور ساری قومیں شیر و شکر ہو کر رہیں تا کہ ملک کے حصے بخرے نہ ہوں بے شک یہ کام بہت مشکل ہے۔مگر اس کے نتائج بھی بہت شاندار ہیں اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ساری قومیں متحد ہوں تا احمدیت اس وسیع بیس پر ترقی کرے چنانچہ اس رویا میں اسی طرف اشارہ ہے، ممکن ہے عارضی طور پر افتراق پیدا ہو اور کچھ وقت کے لیے دونوں قومیں جدا جدا رہیں مگر یہ حالت عارضی ہوگی اور ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ جلد دور ہو جائے۔''

(قادیانی خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود کی تقریر،روزنامہ الفضل قادیان 5 اپریل 1947ء صفحہ 3)

- ''میں قبل ازیں بتا چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہندوستان کو اکٹھا رکھنا چاہتی ہے،لیکن اگر قوموں کی غیر معمولی منافرت کی وجہ سے عارضی طور پر الگ بھی کرنا پڑے تو یہ اور بات ہے۔اس طرح ہندوستان کی تقسیم پر اگر ہم رضا مند ہوئے ہیں تو خوشی سے نہیں بلکہ مجبوری سے،اور پھر یہ کوشش کریں گے کہ کسی نہ کسی طرح جلد متحد ہو جائے۔''

(قادیانی خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود کی تقریر،روزنامہ الفضل قادیان 16 مئی 1947ء صفحہ 2)

اسی طرح قادیانی خلیفہ مرزا طاہر نے لندن کے ایک اجتماع میں خطاب کرتے ہوئے کہا تھا:

□ ''اللہ تعالیٰ پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کردے گا۔ اللہ تعالیٰ اس ملک کو تباہ کردے گا۔ آپ بے فکر رہیں۔ چند دنوں میں آپ خوش خبری سنیں گے کہ یہ ملک صفحہ ہستی سے نیست و نابود ہوگیا ہے۔'' (ہفت روزہ چٹان 16 اگست 1984ء، جلد 39، شمارہ 31)

حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی قادیانیت سے بیزاری کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے کہ انہوں نے پنڈت جواہر لال نہرو کے نام اپنے 21 جون 1936ء کے مکتوب میں قادیانیوں کو اسلام اور ہندوستان دونوں کا غدار قرار دیا۔ لیکن یہ امر انتہائی تعجب خیز ہے کہ وہ قادیانی جو نظریاتی اور مذہبی عقیدے کے طور پر اکھنڈ بھارت کے حامی ہیں، بالالفاظ دیگر پاکستان کا وجود، ان کے نزدیک ایک عارضی کیفیت ہے، ان قادیانیوں کو ریاستی اداروں میں بڑے بڑے عہدوں پر بلا روک ٹوک براجمان کیا جاتا ہے۔ مزید طرفہ تماشا یہ ہے کہ امریکہ، برطانیہ اور اسرائیل جیسے عالمی استعماری ممالک جس طرح قادیانیوں کی پشت پناہی کرتے ہیں اور ان کے ناز نخرے اُٹھاتے ہیں، ہمارے ریاستی ادارے اور ان اداروں میں کلیدی عہدوں پر فائز شخصیات اسی طرح قادیانیوں کے نخرے بھی اُٹھاتے ہیں اور ہر وقت ان کی دل جوئی کے لیے برقرار رہتے ہیں۔ یہ طرفہ تماشا صرف اس ملک میں ہی ہوسکتا ہے کہ آئین کے باغیوں کے ناز اُٹھائے جائیں۔

قیام پاکستان کے بعد بھی قادیانیوں نے ایک طرف اکھنڈ بھارت کا خواب آنکھوں میں سجائے رکھا اور دوسری طرف پاکستان کے اندر مسلمانوں جیسی حیثیت حاصل کرنے کے لیے مسلسل کوشاں رہتے ہیں۔ چنانچہ قادیانیوں نے سپریم کورٹ میں اپنی رٹ پٹیشن (ظہیر الدین بنام حکومت پاکستان) کے ذریعے عدالت سے درخواست کی کہ انہیں شعائر اسلامی استعمال کرنے کی اجازت دی جائے۔ اس پر عدالت نے اپنے فیصلہ میں کہا کہ کسی غیر مسلم کو شعائر اسلامی استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ ایسی پابندی کا مطلب بے ایمان اور دھوکے باز غیر مسلموں (جیسا کہ قادیانی ہیں) کو شعائر اسلامی کے استعمال سے باز رکھنا ہے تاکہ وہ اسلام کے نام پر دوسرے غیر مسلموں کو اپنے مذہب میں نہ لاسکیں۔ عدالت نے قادیانیوں کے بارے

میں fraudulent non Muslims اور unscrupulous کے الفاظ استعمال کیے جو نہایت قابل غور ہیں۔

اسلام آباد ہائی کورٹ نے قادیانیوں سے متعلق اپنے ایک تاریخی فیصلہ میں قرار دیا:

1- اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 5 کے تحت، ہر شہری کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ ریاست سے وفادار رہے اور قانون اور آئین کے تابع رہیں۔ یہ قانون ان پر بھی لاگو ہوتا ہے جو پاکستانی شہری نہیں ہیں لیکن اس وقت پاکستان میں رہ رہے ہیں۔

2- پاکستان کے ہر شہری کے لیے لازمی ہے کہ مخصوص کوائف پر مشتمل اپنی شناخت حاصل کرے۔ کسی مسلمان کو اجازت نہیں ہے کہ اپنی شناخت کو بطور غیر مسلم کے بھیس میں رکھے اور کسی غیر مسلم کو حق حاصل نہیں ہے کہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے۔ کوئی بھی شہری جو ایسا کرتا ہے، ریاست سے دھوکا دہی کا مرتکب ہوگا اور آئین کے استحصال کا مرتکب قرار پائے گا۔

3- کسی غیر مسلم کی آئینی عہدوں پر تعیناتی ہمارے مقامی قانون اور رسومات کے منافی ہے۔ اسی طرح، غیر مسلم مخصوص آئینی عہدوں کے لیے منتخب بھی نہیں ہو سکتے ہیں۔ اکثر اداروں/شعبوں بشمول پارلیمنٹ کی ممبر شپ، اقلیتوں کے لیے مخصوص نشستیں ہیں۔ اسی لیے جب کسی اقلیتی گروہ کا کوئی رکن اپنے اصل مذہبی عقیدے کو دھوکا دہی سے چھپاتا ہے اور اپنے آپ کو مسلم اکثریت کا حصہ ظاہر کرتا ہے تو وہ آئین کے الفاظ اور روح کی نفی کر رہا ہوتا ہے۔ اس پامالی سے محفوظ بنانے کے لیے ریاست کو فوری اقدامات کرنے چاہییے۔

4- حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا معاملہ ہمارے مذہب کا مرکزی نکتہ ہے۔ ہر مسلمان پر لازم ہے اس کی حفاظت اور پاسداری کرے۔ پارلیمنٹ بحیثیت ایک اعلیٰ معزز ادارے کے پاکستانی قوم کے نمائندہ ہونے کے ناتے اس مذہبی روح کی محافظ ہے۔ اس صورت حال میں، یہ مسلم اکثریت کا حق ہے

کہ مناسب آگاہی اور حساسیت کی توقع رکھے۔ ختم نبوت کے بنیادی عقیدے کے تحفظ کے علاوہ، پارلیمنٹ کو ایسے اقدامات بھی کرنے چاہییے جو ان کا قلع قمع کر سکے جو اس عقیدے کو داغ لگانے کی کوشش کرے۔

5- قومی شناختی کارڈ، پاسپورٹ، پیدائشی پرچی اور فہرست رائے دہندگان میں اندراج کے لیے درخواست دہندہ کو آئین کے آرٹیکل 260(3)(a)(b) کے مطابق مسلمانوں اور غیر مسلموں کی تعریف کی بنیاد پر ایک بیان حلفی دینا ہوگا۔

6- اوپر بتائے گئے بیان حلفی کو تمام حکومتی اور نیم حکومتی اداروں خصوصاً عدلیہ، آرمڈ فورسز اور سول سروسز میں تعیناتی کے لیے لازمی قرار دیا جائے۔

7- نادار کو کسی بھی شہری کے لیے وقت کا تعین کرنا چاہیے جو اپنے پہلے سے دیئے گئے کوائف میں، خصوصاً مذہب کے خانے میں، درستگی/تبدیلی کا خواہاں ہے۔

8- بلاشک وشبہ، 7 ستمبر 1974ء کو جب پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر دوسرا آئینی ترمیمی بل پاس کیا، وہ ہر مسلمان کے لیے ایک بڑی خوشی کا موقع تھا لیکن بدقسمتی سے مخصوص قوانین اس آئینی ترمیم کو بڑھاوا نہ دے سکے۔ دوسری جانب، قادیانیوں نے مختلف طریقوں اور بہانوں سے دوسری آئینی ترمیم کے مقاصد کو بگاڑنے کی بھرپور کوشش کی۔ قادیانیوں (کے دونوں گروہوں کو) غیر مسلم قرار دینے کے بعد ان کی علیحدہ شناخت، پہچان اور چھان بین کے لیے کچھ اقدامات ضروری تھے کیونکہ قادیانی دوسری اقلیتوں کی طرح نہیں ہیں جنھیں اپنی ظاہری شکل وصورت، ناموں، عقائد اور طریقہ عبادت سے بآسانی پہچانا جا سکتا ہے۔ جبکہ قادیانیوں کے مسلمانوں جیسے نام، ظاہری خدوخال اور حتیٰ کہ ان کی عبادات بھی ملتی جلتی ہیں۔ اس لیے ان کی علیحدہ شناخت کے حوالے سے ابہام انہیں غیر مسلم قرار دینے سے ختم ہو سکتا تھا لیکن یہ مقصد حاصل نہ ہو سکا۔ مثال کے طور پر ''احمد'' کا نام قادیانیوں سے مختص ہے اور اسی بنیاد پر وہ احمدی کہلاتے ہیں جس کی اجازت نہیں دی جا سکتی ہے کیونکہ ''احمد'' کا نام نامی حضرت محمد صلی

اللہ علیہ وسلم سے موسوم ہے جنھیں دیگر مذہبی کتب کے علاوہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس نام سے پکارا ہے۔ مسلمان اس نام کے حوالے سے بہت جذباتی ہیں اور کسی فرد کے پہلے تعارف یا ملاقات میں اس کا نام اس کے مذہب کی نشاندہی کرتا ہے۔

9- پارلیمنٹ آئینی تقاضوں اور معزز سپریم کورٹ آف پاکستان اور لاہور ہائی کورٹ لاہور کے بنیادی قانونی اصولوں رپورٹ شدہ کیس لاء بالترتیب (1993 ایس سی ایم آر 1718 اور پی ایل ڈی 1992 لاہور 1) کی روشنی میں ضروری قانون سازی کرے اور مروجہ قوانین میں مطلوبہ ترامیم متعارف کروائے تاکہ اس امر کو یقینی بنایا جاسکے کہ 'اسلام' اور 'مسلمانوں' کے لیے استعمال ہونے والی مخصوص اصلاحات کسی اور اقلیت کو اپنی شناخت چھپانے یا کسی اور مقصد کے لیے استعمال کی اجازت نہ ہو۔ اسلامیات/ دینیات کی بطور مضمون تعلیم کے لیے ہر ادارے پر مسلم اساتذہ کی موجودگی لازمی قرار دی جائے۔

10- حکومت پاکستان تمام شہریوں کے درست کوائف کی دستیابی کو یقینی بنانے کے لیے خصوصی اقدامات کرے تاکہ کسی بھی شہری کے لیے اپنی شناخت کو چھپانا ممکن نہ ہو۔ حکومت کو ایسے اقدامات بھی فوری طور پر یقینی بنانے چاہیے تاکہ نادرا اور حالیہ مردم شماری کے نتیجے میں حاصل ہونے والے اعداد و شمار میں موجود خطرناک فرق کی تفتیش ہو سکے۔

11- قادیانیوں کو غلامان مرزا یا مرزائی سے تعبیر کیا جائے اور کسی صورت احمدی نہ پکارا جائے کیونکہ یہ اصطلاح اور حوالہ ان مسلمانوں کو الجھن میں ڈالتا ہے جن کا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت پر عقیدہ ہے۔ قادیانیوں کو اجازت نہیں ہونی چاہیے کہ وہ مسلمانوں جیسے نام رکھ کر اپنی شناخت کو خفیہ رکھیں، اس لیے ان کو یا تو مسلمانوں سے ملتے جلتے نام رکھنے کی ممانعت ہونی چاہیے یا متبادل کے طور پر قادیانی، غلام مرزا یا مرزائی کو اس کے نام کا حصہ بنایا جانا چاہیے اور اس کا تذکرہ

بھی کیا جائے۔(PLD 2019 Islamabad 62)

اسی طرح لاہور ہائی کورٹ نے اپنے فیصلہ PLJ 2019 Lahore 297 میں قرار دیا:

- ''اس بات پر کوئی اعتراض نہیں ہے کہ آئین غیر مسلموں کو ان کے مذہب اور عقیدہ کی آزادی کی ضمانت دیتا ہے لیکن یہ آزادی قانون، امن عامہ اور ضابطہ اخلاق کے تابع ہے۔ یہ بات نہایت واضح ہے کہ غیر مسلموں (قادیانیوں) کی جانب سے اصل متن کے خلاف مسلمان مصنفین اور ان کی کتابوں کے نام کے استعمال کے ساتھ کتابوں کی طباعت اور اشاعت مسلمانوں کی مسلسل دل آزاری کا باعث ہے، لہٰذا اقلیتوں کو بنیادی حقوق کی ضمانت کچھ پابندیوں کے تابع ہے جیسا کہ غیر مسلم اپنے مذہب کی پیروی تو کر سکتے ہیں لیکن خود کو مسلمان ظاہر نہیں کر سکتے اور نہ ہی مسلمانوں کے خصوصی امتیازات (شعائر اسلامی) کو استعمال کر سکتے ہیں۔ اس بابت مقدمہ ''مرزا خورشید احمد وغیرہ بنام پنجاب حکومت وغیرہ'' مطبوعہ (PLD 1992 Lahore 1) پر انحصار کیا جاتا ہے۔...... جب کوئی طبقہ یا اس طبقہ کا کوئی فرد کسی قانون (آئین) کے تحت ایک حق کا مطالبہ کرتا ہے تو وہ اسی قانون کے تحت دوسرے شہریوں کے حوالے سے اپنی ذمہ داری پوری کرنے کا بھی پابند ہے۔ یہ بات واضح کرنے کے لیے دہرائی جاتی ہے کہ چونکہ قادیانی، لاہوری آئین کے آرٹیکل 260 کے تحت غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جا چکے ہیں، لہٰذا وہ کوئی بھی ایسا کام نہیں کر سکتے جس سے وہ خود کو مسلمان ظاہر کریں اور اگر وہ ایسی سرگرمیوں میں ملوث ہوں گے تو پھر قانون حرکت میں آئے گا۔''

قادیانی کہتے ہیں کہ انہیں آئین کے آرٹیکل 19 اور 20 کے تحت تقریر و تحریر اور اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے کا حق حاصل ہے۔ قادیانیوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ مذکورہ آزادیاں یا حقوق شتر بے مہار نہیں۔ آئین کے آرٹیکل 19، 20 اور 22 کے تحت تقریر و تحریر، آزادی اظہار رائے، پریس کی آزادی اور اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے کا حق اسلام کی عظمت، پاکستان کی سالمیت، قانون، امن عامہ اور اخلاقیات سے مشروط

ہے۔قادیانیوں سے سوال ہے کہ بتائیں:

i- کیا آپ آئین کے آرٹیکل 106(3) اور 260(3) میں دی گئی اپنی حیثیت (قادیانی غیر مسلم اقلیت ہیں) کو تسلیم کرتے ہیں؟

ii- جب آپ آئین میں دی گئی اپنی حیثیت تسلیم نہیں کرتے تو پھر آئین میں دیئے گئے حقوق کا کیوں مطالبہ کرتے ہیں؟

iii- آئین کے آرٹیکل 19 اور 20 میں مذکورہ آزادیاں اور حقوق، ملکی قانون، امن عامہ اور اخلاقیات سے مشروط ہیں۔تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298 سی کے تحت کوئی قادیانی خود کو مسلمان نہیں کہلوا سکتا، اپنے مذہب کی تبلیغ نہیں کرسکتا اور شعائر اسلامی کا استعمال نہیں کرسکتا۔کیا آپ اس قانون کو تسلیم کرتے ہیں؟ کیا آپ ملک بھر میں روزانہ اس قانون کی خلاف ورزی نہیں کرتے؟

iv- سپریم کورٹ نے اپنے فیصلہ ظہیر الدین بنام سرکار میں آنجہانی مرزا قادیانی اور دیگر قادیانیوں کی کتب سے گستاخانہ اقتباسات نقل کر کے قرار دیا ہے کہ جب کوئی قادیانی کلمہ طیبہ پڑھتا ہے تو وہ ’محمد رسول اللہ‘ سے مراد، مرزا قادیانی لیتا ہے۔اگر آپ کو ایسے گستاخانہ اور دل آزار مواد پر مبنی تقریر اور لٹریچر شائع کرنے کی اجازت دے دی جائے تو کیا ضمانت ہے کہ اس سے معاشرے میں اشتعال نہیں پھیلے گا اور اگر اس اشتعال انگیزی سے امن عامہ کی صورت حال کشیدہ ہوگئی تو اس کا کون ذمہ دار ہوگا؟

v- سپریم کورٹ نے اپنے فیصلہ ظہیر الدین بنام سرکار میں جھوٹے مدعی نبوت آنجہانی مرزا قادیانی کی کتاب (آئینہ کمالات اسلام مندرجہ روحانی خزائن، جلد 5، صفحہ 547، 548) کا ایک اقتباس درج کر کے قادیانیوں کا عقیدہ بیان کیا کہ ’جو شخص مرزا قادیانی کو نبی اور رسول نہیں مانتا، وہ بدکار عورت کی اولاد ہے، کیا مرزا قادیانی کی یہ متنازعہ عبارت اخلاقیات کے زمرے میں آتی ہے؟

vi- آپ کو آئین کے تحت کون سے حقوق چاہئیں؟ مسلمانوں والے یا غیر مسلموں

والے؟ اگر آپ مسلمانوں والے حقوق چاہتے ہیں تو آئین اس کی اجازت نہیں دیتا کیونکہ آپ غیر مسلم ہیں۔ اگر آپ غیر مسلموں والے حقوق چاہتے ہیں تو خدارا جس آئین کے تحت آپ حقوق مانگتے ہیں، سب سے پہلے کم از کم اس آئین میں دی گئی اپنی حیثیت تو تسلیم کریں۔ آپ آئین کو بھی نہیں مانتے اور حقوق بھی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اسے کہتے ہیں چوری اور سینہ زوری۔

vii- آئین کے آرٹیکل (4)51 کے تحت قومی اسمبلی میں تمام غیر مسلموں کے لیے 10 نشستیں مختص ہیں۔ قادیانیوں کو چاہیے کہ وہ قومی اسمبلی کا حصہ بنیں اور وہاں سب کے سامنے بتائیں کہ کون سے وہ حقوق ہیں جن سے انہیں محروم رکھا گیا ہے؟ کون سی وہ ناانصافیاں ہیں جن کے وہ شکار ہیں؟ کون سی وہ مراعات ہیں جو بحیثیت پاکستانی انہیں حاصل نہیں؟

viii- کیا آپ کو وہ تمام معاشی، معاشرتی اور سیاسی حقوق حاصل نہیں جو پاکستان کے کسی بھی دوسرے شہری کو حاصل ہیں؟ پاکستان کے تمام بڑے شہروں کے مہنگے ترین علاقوں میں آپ کی وسیع و عریض جائیدادیں اور ہاؤسنگ سوسائٹیاں ہیں۔ کاروباری سیکٹر میں آپ کے سینکڑوں پروجیکٹس ہیں جہاں سے آپ ہر سال مسلمانوں سے اربوں روپیہ کماتے ہیں۔ آپ کی درجنوں ٹیکسٹائل، گھی اور شوگر ملز ہیں۔ شیزان انٹرنیشنل (اس کی مصنوعات، ریسٹورنٹس، بیکرز) کا کاروبار پورے پاکستان میں پھیلا ہوا ہے۔ ہر ٹی وی چینل پر اس کا اشتہار آتا ہے۔ ہر شہر میں آپ کے بڑے بڑے تعلیمی اور آئی ٹی کے ادارے ہیں۔ کئی فنانشل اور لاء کالجز آپ کے اپنے ہیں۔ کئی معروف کوریئر کمپنیز کے آپ مالک ہیں۔ کئی بڑے بڑے ہسپتال، فارما کمپنیز اور میڈیکل لیبارٹریاں آپ کی ملکیت ہیں۔ پاکستان بھر میں بڑے بڑے شاپنگ پلازوں اور مالز میں آپ کی بے شمار دکانیں ہیں۔ گاڑیوں کے معروف شو رومز آپ کے ہیں۔ رئیل اسٹیٹ کے کاروبار میں آپ کا کوئی مدمقابل نہیں۔ آپ امپورٹ اور ایکسپورٹ کا وسیع پیمانے پر کاروبار کرتے ہیں۔

ہر چیمبر آف کامرس میں آپ خفیہ طریقے سے چھائے ہوئے ہیں۔ منی چینجرز اور سٹا ک ایکسچینج میں آپ کی بھاری بھرکم سرمایہ کاری کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ملک کے ہر سرکاری محکمہ میں آپ اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں۔ قومی اسمبلی میں آپ کے لیے ایک نشست مختص ہے جہاں آپ اپنا نقطہ نظر بیان کر سکتے ہیں۔ اب آپ بتائیں کہ آپ کو مزید کون سے حقوق درکار ہیں؟ آپ کے ساتھ کون سی زیادتی یا ناانصافی ہو رہی ہے؟ کون سا حق ہے جس سے آپ کو محروم رکھا جا رہا ہے؟ کوئی ایک ثبوت بتائیں کہ مملکت میں آپ کو کبھی دوسرے درجے کا شہری سمجھا گیا ہو؟ دراصل آپ اقلیت کی آڑ میں اپنے مذہب کی تبلیغ و ترویج چاہتے ہیں جس کی آئین و قانون اجازت نہیں دیتا۔ افسوس ہے کہ آپ آئین میں دی گئی اپنی حیثیت کو ماننے سے انکاری ہیں اور اعلیٰ عدالتوں کے فیصلوں کو بھی تسلیم نہیں کرتے۔

فتنہ کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے: اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ [البقرہ: 191، 217]۔ اس بات میں ذرا سا بھی شک وشبہ نہیں کہ قادیانی گروہ موجودہ دور کے فتنوں کا سرخیل ہے۔ دجل وکذب اور تاویل وحیلہ میں اس کا کوئی ثانی نہیں۔ اگر اس بات میں کوئی ابہام ہو تو آپ قادیانی مذہب کا بالاستعیاب مطالعہ کرلیں۔ آپ خود بخود اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ پورا قادیانی لٹریچر الحاد وضلالت اور فسق واباحت سے بھرا پڑا ہے۔ ایسے شر انگیز، گمراہ کن اور سوقیانہ عقائد ونظریات صرف کسی تخریبی اور عقربی گروہ کے ہی ہو سکتے ہیں۔ قادیانی نبوت کی غرض وغایت اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ مسلمانوں کو ان کے اصل مرکز سے برگشتہ کر دیا جائے اور یہی قادیانی مذہب کی ایجاد کا اصل مقصد ہے۔ امام الانبیاء، سید الکونین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ فداہ ابی و امی کی ختم نبوت پر غیر متزلزل اور پختہ ایمان کسی آدمی کے مومن ہونے کے لیے لازم شرط ہے۔ امت مسلمہ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضرت محمد مصطفی ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کسی قسم کا کوئی تشریعی، غیر تشریعی، ظلی، بروزی یا نیا نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ حضور نبی کریم ﷺ پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ ہو چکا ہے اور آپ ﷺ خاتم الانبیا بمعنی آخر الانبیا ہیں۔ آپ ﷺ کو تمام انبیا

سابقین علیہم السلام کے بعد آخری نبی ماننا ضروریات دین اور عقائد اسلام میں سے ہے۔ آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا کفر وضلالت ہے۔آپ ﷺ کے بعد جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کرے، وہ دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد ہے۔قرآن مجید کی ایک سو سے زائد آیات مبارکہ اور حضور نبی کریم ﷺ کی تقریباً دوسودس احادیث مبارکہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضور خاتم النبیین ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔اس بات پر ایمان ''عقیدۂ ختم نبوت'' کہلاتا ہے۔

ختم نبوت اسلام کا متفقہ، اساسی اور اہم ترین بنیادی عقیدہ ہے۔ دین اسلام کی پوری عمارت اس عقیدہ پر کھڑی ہے۔ یہ ایک ایسا حساس عقیدہ ہے کہ اگر اس میں شکوک وشبہات کا ذرا سی بھی رخنہ پیدا ہو جائے تو ایک مسلمان نہ صرف اپنی متاعِ ایمان کھو بیٹھتا ہے بلکہ وہ حضرت محمد ﷺ کی امت سے بھی خارج ہو جاتا ہے۔ پوری امت مسلمہ کا اس امر پر اجماع ہے کہ سب سے اوّل نبی حضرت آدم علیہ السلام اور سب سے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔قادیانیوں کا سب سے بڑا گستاخانہ عقیدہ یہ ہے کہ جھوٹا مدعی نبوت آنجہانی مرزا قادیانی بذات خود'' محمد رسول اللہ'' ہے۔(نعوذ باللہ) اس سلسلہ میں مرزا قادیانی دعویٰ کرتا ہے:

- ''پھر اسی کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی اللہ ہے:

  مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ [سورۃالفتح،آیت:29]

  اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔''

(ایک غلطی کا ازالہ،صفحہ 4،مندرجہ روحانی خزائن،جلد 18 صفحہ 207 از مرزا قادیانی)

- ''میں آدم علیہ السلام ہوں، میں نوح علیہ السلام ہوں، میں ابراہیم علیہ السلام ہوں، میں اسحاق علیہ السلام ہوں، میں یعقوب علیہ السلام ہوں، میں اسماعیل علیہ السلام ہوں، میں موسیٰ علیہ السلام ہوں، میں داؤد علیہ السلام ہوں، میں عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم ہوں، میں محمد ﷺ ہوں۔''

(تتمہ حقیقت الوحی،صفحہ 521،مندرجہ روحانی خزائن،جلد 22،صفحہ 521،از مرزا قادیانی)

مرزا قادیانی کا بیٹا اپنے باپ کے دعویٰ ’’محمد رسول اللہ‘‘ کی تشریح ان الفاظ میں کرتا ہے:

- اور چونکہ مشابہت تامہ کی وجہ سے مسیح موعود (مرزا قادیانی) اور نبی کریم ﷺ میں کوئی دُوئی (فرق) باقی نہیں کہ ان دونوں کے وجود بھی ایک وجود کا ہی حکم رکھتے ہیں جیسا کہ خود مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ صار وجودی وجودہ (دیکھو خطبہ الہامیہ صفحہ 171) اور حدیث میں بھی آیا ہے کہ حضرت نبی کریم نے فرمایا کہ مسیح موعود (مرزا قادیانی) میری قبر میں دفن کیا جائے گا جس سے یہی مراد ہے کہ وہ میں ہی ہوں یعنی مسیح موعود (مرزا قادیانی) نبی کریم ﷺ سے الگ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ وہی ہے جو بروزی رنگ میں دوبارہ دنیا میں آئے گا تا کہ اشاعت اسلام کا کام پورا کرے اور هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖؕ [سورۃ الفتح، آیت:28] کے فرمان کے مطابق تمام ادیان باطلہ پر اتمام حجت کر کے اسلام کو دنیا کے کونوں تک پہنچاوے تو اس صورت میں کیا اس بات میں کوئی شک رہ جاتا ہے کہ قادیان میں اللہ تعالیٰ نے پھر محمد ﷺ کو اتارا تا کہ اپنے وعدہ کو پورا کرے جو اس نے آخرین مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْؕ [سورۃ الجمعۃ، آیت:3] میں فرمایا تھا۔

(کلمۃ الفصل صفحہ 104، 105، از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

- ہر ایک نبی کو اپنی استعداد اور کام کے مطابق کمالات عطا ہوتے تھے کسی کو بہت، کسی کو کم۔ مگر مسیح موعود کو تو تب نبوت ملی جب اس نے نبوت محمدیہ ﷺ کے تمام کمالات کو حاصل کر لیا اور اس قابل ہو گیا کہ ظلی نبی کہلائے پس ظلی نبوت نے مسیح موعود کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریم ﷺ کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا۔‘‘

(کلمۃ الفصل صفحہ 113، از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

- ’’ہم کو نئے کلمہ کی ضرورت پیش نہیں آتی کیونکہ مسیح موعود (مرزا قادیانی) نبی

کریم ﷺ سے کوئی الگ چیز نہیں ہے جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے صار وجودی وجودہ نیز من فرق بینی وبین المصطفی فما عرفنی و ماریٰ اور یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ ایک دفعہ اور خاتم النبیین کو دنیا میں مبعوث کرے گا جیسا کہ آیت اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ سے ظاہر ہے، پس مسیح موعود خود محمد ﷺ رسول اللہ ہے جو اشاعت اسلام کے لیے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے، اس لیے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں، ہاں اگر محمد ﷺ رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آ تا تو ضرورت پیش آتی۔"

(کلمۃ الفصل، صفحہ 158، از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

گویا لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کے معانی قادیانیوں کے نزدیک لا الہ الا اللّٰہ مرزا رسول اللّٰہ ہیں۔ جیسا کہ مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر احمد نے لکھا کہ مرزا قادیانی خود محمد رسول اللہ ہے۔ لہٰذا ہم مرزا قادیانی کو محمد رسول اللہ مان کر یہ کلمہ پڑھتے ہیں۔ اس لیے ہمیں نیا کلمہ بنانے کی ضرورت نہیں۔

- مرزا قادیانی کا ایک خاص مرید قاضی ظہور الدین اکمل مرزا قادیانی کی شان میں ایک نظم لکھتے ہوئے اپنا یہ عقیدہ اس طرح واضح کرتا ہے۔

غلام احمد ہے عرش رب اکرم
مکاں اس کا ہے گویا لامکاں میں
غلام احمد رسول اللہ ہے برحق
شرف پایا ہے نوع انس و جاں میں
محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

(اخبار بدر قادیان 25 اکتوبر 1906ء)

جب اس دلخراش قصیدہ پر اعتراض ہوا تو قادیانی قیادت نے جلتی پر تیل کی طرح جو جواب دیا وہ نہایت افسوسناک ہے، ملاحظہ کیجیے: ''یہ وہ نظم ہے جو مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے حضور میں پڑھی گئی اور خوشخط لکھے ہوئے قطعے کی صورت میں پیش کی گئی اور حضور اسے اپنے ساتھ اندر لے گئے۔ پھر یہ نظم اخبار بدر 25 اکتوبر 1906ء میں چھپی اور شائع ہوئی۔ پس مسیح موعود کا شرف سماعت حاصل کرنے اور جزاکم اللہ تعالیٰ کا صلہ پانے اور اس قطعے کو اندر خود لے جانے کے بعد کسی کو حق ہی کیا پہنچتا ہے کہ اس پر اعتراض کر کے اپنی کمزوری ایماں وقلت عرفاں کا ثبوت دے۔

(اخبار روزنامہ ''الفضل'' 23 اگست 1944ء صفحہ 4)

قادیانیوں سے سوال کرنا چاہیے کہ کیا صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، امت مسلمہ کے مفسرینؒ، محدثینؒ، بزرگان دینؒ، اکابرینؒ بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو قادیان میں دوبارہ مبعوث کرے گا؟ (نعوذ باللہ) اس گستاخانہ عقیدہ کے باوجود قادیانی خود کو مسلمان کہتے ہیں۔ اس عقیدہ کے نہ ماننے والے کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ گویا اگر کوئی شخص مرزا قادیانی کو ''محمد رسول اللہ'' تسلیم نہ کرے یا کلمہ طیبہ میں ''محمد رسول اللہ'' سے مراد مرزا قادیانی نہ لے تو وہ قادیانیوں کے نزدیک مسلمان نہیں ہے۔ آپ خود فیصلہ کریں کہ اس سے بڑا بھیانک جرم اور کیا ہوسکتا ہے؟ یہ بھی واضح رہے کہ مندرجہ بالا تمام گستاخانہ قادیانی عبارات کو سپریم کورٹ نے اپنے فیصلہ (ظہیر الدین بنام سرکار) میں درج کیا ہے۔

ستم ظریفی یہ ہے کہ قادیانی اپنے اس عقیدہ کو اسلام کے نام پر پیش کرتے ہیں۔ مزید یہ کہ وہ تقریر وتحریر کے ذریعے اپنے اس عقیدہ کی بھرپور تشہیر کرتے ہیں اور اگر انھیں منع کیا جائے تو وہ مظلوم بن جاتے ہیں اور پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ انھیں اپنے مذہبی عقیدہ کے مطابق زندگی بسر کرنے سے روکا جا رہا ہے۔ یہ حقوق انسانی کی خلاف ورزی اور آزادی اظہار پر قدغن ہے۔ سوچنا چاہیے کہ یہ کیسی آزادی ہے کہ جس سے اکثریت کی دل آزاری ہوتی ہو۔ یہ بھی واضح رہے کہ اگر اس طرح کے ہر

فتنہ کو مذہب کا درجہ دے دیا گیا تو پھر معاشرے میں لاقانونیت اور انارکی کا پھیلنا یقینی ہوتا ہے۔فرض کریں اگر دنیا بھر کے منشیات فروش باہم مل کر اپنا ایک مذہب بنالیں اور اپنے سربراہ کو (نعوذ باللہ) نبی اور رسول کا درجہ دے دیں۔ پھر دعویٰ کریں کہ مسلمانوں والا قرآن مجید چند تبدیلیوں کے ساتھ دوبارہ اس متنبی پر نازل ہوا ہے۔اس پر اگر قانون حرکت میں آئے تو کیا وہ آئین کے آرٹیکل 20 یا 22 کا سہارا لے سکتے ہیں کہ انہیں اپنے مذہب کی تبلیغ و تشہیر کے حق سے محروم کیا جارہا ہے؟ کیا یہ استدلال درست ہوگا کہ لَآ اِكۡرَاهَ فِى الدِّيۡنِ‌ۙ کے تحت اُن کو مکمل آزادی ہے؟ کیا یہ موقف ٹھیک ہوگا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت خود اپنے ذمہ لی ہے، لہٰذا کسی کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس گروہ کے خلاف قانونی کارروائی کرے؟

⑦ جناب چیف جسٹس نے اپنے فیصلہ کے پیرا نمبر 10 کے شروع میں لکھا:

''اگر ریاست کے حکام صرف قرآن مجید پر عمل اور آئین پر غور کرتے اور قانون کا جائزہ لیتے تو مذکورہ بالا جرائم کے متعلق ایف آئی آر درج نہ کرائی جاسکتی۔''

بصد احترام یہی بات جناب چیف جسٹس صاحب کو جواباً کہی جاسکتی ہے کہ اگر آپ نے قرآن مجید کا مطالعہ کیا ہوتا، آئین کو بغور پڑھا ہوتا اور قانون کو بنظر غائر دیکھا ہوتا تو مذکورہ بالا جرائم کے مرتکب ملزم کی ضمانت ہرگز منظور نہ کرتے اور مذکورہ عبارت قطعاً نہ لکھتے۔آپ کے منصب کے شایان شان نہیں کہ آپ کی مذکورہ بات کو ہم جہالت پر محمول کریں۔کوئی اور ہوتا تو ہم لازماً ایسا ہی کرتے کہ قانون سے اس قدر اغماض جہالت ہی تو ہے لیکن آپ کے حوالے سے ہم اسے لاعلمی تو ضرور کہہ سکتے ہیں۔

⑧ جناب چیف جسٹس نے اپنے فیصلہ کے پیرا نمبر 16 میں لکھا:

''ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ 'مذہب کے خلاف جرائم' سے نمٹتے ہوئے جذبات حقائق کی جگہ لے لیتے ہیں، جیسا کہ لگتا ہے کہ اس مقدمے میں بھی ہوا ہے، اور نجی شکایت کنندگان ریاست کی جگہ آجاتے ہیں، اگرچہ ان جرائم کی نوعیت ہی ایسی ہے کہ یہ کسی فرد یا نجی جائیداد کے خلاف نہیں ہیں۔'' چیف صاحب کے ان ریمارکس کا

مطلب یہ نکلتا ہے کہ جن جرائم کا تعلق مذہبی عقائد سے ہو، ان میں چونکہ کسی فرد یا اس کی نجی جائیداد کا معاملہ نہیں ہوتا، اس لیے انہیں مقدمہ دائر نہیں کرنا چاہیے، بلکہ صرف حکومت ہی اس کی حق دار ہے۔ یہاں گزارش یہ ہے کہ بنیادی مذہبی عقائد ایک مسلمان کے لیے مال و دولت اور جائیداد سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں، لہٰذا اگر کوئی قانون کسی عقیدے کی خلاف ورزی کو جرم قرار دیتا ہے، تو یہ ہر مسلمان کا حق ہے کہ وہ سرکاری مشینری کو اس کی طرف متوجہ کرے اور اگر اس میں پس و پیش ہو رہی ہو، تو براہ راست عدالت میں جائے۔ کسی مسلمان کے اس فعل کو نہ غیر قانونی کہا جاسکتا ہے اور نہ قابل افسوس قرار دیا جاسکتا ہے۔ سپریم کورٹ کے الفاظ چونکہ تمام عدالتوں کے لیے راہنما ہوتے ہیں، اس لیے یہ ریمارکس انتظامیہ اور ماتحت عدالتوں کو اس قسم کے معاملات میں انفرادی شکایتیں قبول کرنے میں رکاوٹ بن سکتا تھا۔ پولیس میں ایف آئی آر درج کرانا کتنا مشکل بن چکا ہے، اس کا اندازہ خود زیر نظر مقدمے کے ریکارڈ سے ہوسکتا ہے، اب انفرادی شکایتوں کا دروازہ بند کر دینا ایک طرح ان جرائم کے خلاف مقدمات کے خاتمے ہی پر منتج ہوسکتا تھا۔ اگر دینی جذبات کے تحت کسی قانون کے مطابق کارروائی کے راستے بند کیے جائیں گے تو لوگوں کے لیے قانون ہاتھ میں لینے کا دروازہ کھلے گا، جو ہمارے نزدیک ہرگز جائز نہیں، بلکہ معاشرے کے لیے نہایت خطرناک ہے اور اس کا مشاہدہ ہم کئی بار کر چکے ہیں۔

سپریم کورٹ کے 6 فروری 2024ء کے متنازع فیصلے سے دنیا بھر کے مسلمانوں میں ایک ہیجانی کیفیت پیدا ہوئی۔ اس پر سپریم کورٹ نے 22 فروری 2024ء کو ایک وضاحتی پریس ریلیز جاری کی جو 'عذر گناہ بدتر از گناہ' کی بدترین مثال ہے۔ پریس ریلیز میں کہا گیا کہ: ''چیف جسٹس فائز عیسیٰ اپنے فیصلوں میں قرآن مجید کی آیات، خاتم النبیین ﷺ کی احادیث، خلفائے راشدینؓ کے فیصلوں اور فقہاء کرامؒ کی آراء سے استدلال کرتے ہوئے کوشش کرتے ہیں کہ تمام قوانین کی ایسی تعبیر اختیار کی جائے جو احکام اسلام کے مطابق ہو۔ جیسا کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی دفعہ 2، دفعہ 31 اور دفعہ 227 اور قانون نفاذ شریعت 1991 کی دفعہ 4 کا تقاضا ہے۔'' بصد

احترام عرض ہے کہ یہ الفاظ چیف جسٹس صاحب کے قول وفعل کے تضاد کو آشکار کرتے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی آیات، حضور خاتم النبیین ﷺ کی احادیث، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے فیصلوں اور فقہاء کرام رحمہم اللہ کی آراء میں کہاں پایا جاتا ہے کہ کسی مقدمہ میں مدعی کے وکیل کو سننے سے انکار کر دیا جائے اور اس کے بولنے پر اس کا لائسنس منسوخ کرنے کی دھمکی دی جائے؟ سرکاری وکیل کو دھتکار دیا جائے اور ملزم کے وکیل کے یک طرفہ دلائل کو آنکھیں بند کر کے اپنے فیصلے کا حصہ بنا دیا جائے؟ یہ درست ہے یا غلط مگر اس طرز عمل سے تو یہ تاثر ملتا تھا کہ گویا فریقین کو سننے سے پہلے ہی یہ طے ہو چکا تھا کہ انہوں نے درخواست گزار کو ہر صورت ریلیف دینا ہی دینا تھا۔ یہ تاثر غلط ہو یا درست مگر چیف صاحب کے طرز عمل نے ہی اسے جنم دیا اور فیصلے کی زبان اور اسلامی اثرات سے غلط استدلال اس تاثر کو تقویت دے رہا تھا۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: جب تمہارے پاس دو اشخاص فیصلہ کرانے کے لیے آئیں، تو پہلے شخص کے حق میں اس وقت تک فیصلہ نہ کرو جب تک دوسرے کی بات نہ سن لو، پھر تمہیں پتا چلے گا کہ کیسے فیصلہ کرو۔

(جامع ترمذی:1331)

یہ تاثر تقویت پکڑ رہا تھا کہ مذکورہ پریس ریلیز میں چیف صاحب کی طرف سے قرآن وحدیث اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے استدلال کرنے کی بات بتا کر یوں لگتا تھا کہ رائے عامہ کو اپنے حق میں موڑنے کی کوشش کی گئی کہ دیکھو ہم تو قرآن وحدیث سے استدلال کرتے ہیں تو یہ لوگ پھر بھی ہمارے فیصلوں کے خلاف ہیں۔تو جناب والا! جب آپ قرآن وحدیث سے غلط استدلال کریں گے تو دین کے خدام آپ کے منصب کے رعب کی وجہ سے اپنی زبانوں پر تالے نہیں لگا سکتے، وہ بولیں گے اور غلط استدلال کی مخالفت کریں گے۔

ہماری رائے میں سپریم کورٹ کے زیر نظر فیصلہ کے بہت منفی اور ضرر رساں

اثرات برآمد ہونے تھے۔ بادی النظر میں اس فیصلہ کے مندرجات کے بعد قادیانیوں کو اپنے کفریہ عقائد ونظریات کی تبلیغ وتشہیر کی اجازت مل جانی تھی۔ نتیجتاً قادیانیوں کو ان کی غیر قانونی سرگرمیوں سے روکنے کے لیے اوّل تو کسی شخص نے کوئی کوشش نہیں کرنی تھی اور دوم یہ کہ پولیس نے مقدمہ درج کرنے سے صریحاً انکار کر دینا تھا۔ چنانچہ اس رجحان سے لا اینڈ آرڈر کی صورت حال یقینی طور پر پیدا ہونی تھی جس کا خدشہ سپریم کورٹ اپنے فیصلہ (ظہیر الدین بنام حکومت پاکستان) میں بہت پہلے کر چکی ہے۔ ایسی صورت میں جب کہ قادیانیوں کی خلاف آئین اور خلافِ شرع سرگرمیوں کے انسداد کا قانونی راستہ بند ہو جائے گا تو لوگ اپنے دینی جذبات کے تحت فیصلے خود کریں گے۔ ایسی صورت میں ایسی خلافِ آئین سرگرمیوں کے مرتکب قادیانیوں کی جان و مال کو شدید خطرات لاحق ہو سکتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اگر ایسا ہوتا ہے تو اس کا باعث یہی متنازع اور غیر آئینی وغیر شرعی فیصلہ ہوتا۔ ایسی صورت میں فساد کی جو آگ بھڑکتی، اس کا بار اللہ کی عدالت میں بھی یہ متنازع فیصلہ دینے والوں پر ہوتا۔

....

سپریم کورٹ کے مذکورہ فیصلے کے خلاف حکومت پنجاب، جمعیت علمائے اسلام، جماعت اسلامی، تحریک تحفظ ناموس رسالت ﷺ اور دیگر نے سپریم کورٹ میں نظر ثانی درخواستیں دائر کیں جس پر 26 فروری 2024ء کو باقاعدہ سماعت ہوئی۔ ان نظر ثانی درخواستوں پر چیف جسٹس جناب قاضی فائز عیسیٰ، محترمہ مسرت ہلالی اور جناب جسٹس محمد علی مظہر پر مشتمل 3 رکنی بنچ نے سماعت کی۔ عدالت نے اپنے مذکورہ فیصلے پر اسلامی نظریاتی کونسل سمیت جامعہ دارالعلوم کراچی، جامعہ امدادیہ فیصل آباد، جامعہ نعیمیہ کراچی، دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ، جامعہ سلفیہ فیصل آباد، جامعۃ المنتظر لاہور، جامعہ عروۃ الوثقیٰ لاہور، قرآن اکیڈمی لاہور اور المورد سے تین ہفتوں کے اندر تحریری طور پر رائے طلب کی اور کیس کی سماعت ملتوی کر دی۔

یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ ان میں ایک ادارہ وہ بھی تھا جس کے بانی کا موقف

قادیانیوں کی ہمنوائی اور سہولت کاری پر مبنی ہے۔ان کے نزدیک ریاست کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔وہ آئین پاکستان میں پارلیمنٹ سے متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دی جانے والی ترمیم کو غیر ضروری قرار دیتے ہیں۔مزید براں وہ تعزیرات پاکستان کی دفعات 295بی اور 298سی کو بھی قطعاً درست نہیں سمجھتے جن میں قرآن مجید کی تحریف کو اور قادیانیوں کے خود کو مسلمان ظاہر کرنے کو جرم قرار دیا گیا ہے۔سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ اسلام کے ہر معاملے کی وہ تشریح کرتے ہیں جو مغرب کی الحادی فکر و تہذیب کے مطابق ہو۔ایسی صورت میں ان سے رائے طلب کرنا قادیانیوں کو تقویت دینے کے مترادف تھا۔

....

تقریباً 4 ہفتوں بعد 28 مارچ کو مذکورہ متنازع فیصلے کے خلاف دائر نظر ثانی پٹیشنز کی دوسری سماعت ہوئی۔سماعت چیف جسٹس کی سربراہی میں سپریم کورٹ کے 3 رکنی بنچ نے کی جو جناب چیف جسٹس قاضی فائز عیسیٰ، جناب جسٹس عرفان سعادت اور جناب جسٹس نعیم اختر افغان پر مشتمل تھا۔تین رکنی بنچ نے حکومت پنجاب، جمعیت علمائے اسلام، تحریک تحفظ ناموس رسالت ﷺ پاکستان، جماعت اسلامی اور دیگر جماعتوں کی جانب سے دائر 23 متفرق درخواستوں کی سماعت کی۔حکومت پنجاب کی جانب سے ایڈووکیٹ جنرل پنجاب، جمعیت علمائے اسلام اور تحریک تحفظ ناموس رسالت ﷺ پاکستان کی جانب سے سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ سینیٹر کامران مرتضیٰ جبکہ جماعت اسلامی کی جانب سے جسٹس (ر) شوکت عزیز صدیقی عدالت عظمیٰ کے روبرو پیش ہوئے۔سماعت کے آغاز پر چیف جسٹس آف پاکستان جسٹس قاضی فائز عیسیٰ نے ریمارکس دیئے کہ ''ہم اس بات کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں کہ فوجداری مقدمات میں نظر ثانی کی پٹیشن صرف ریاست، مدعی مقدمہ اور ملزم کی جانب سے دائر کی جاسکتی ہے۔ان کے علاوہ کوئی اور فوجداری مقدمات میں فریق نہیں بن سکتا۔اس مرحلے پر ہم مذکورہ کیس میں کسی کے بھی فریق بننے کی درخواست منظور نہیں کر رہے۔ہم نے اسلامی نظریاتی کونسل سمیت 10 دینی اداروں سے اپنے 6 فروری کے فیصلے کے

متعلق رائے طلب کی تھی۔ان تمام کی رائے آچکی ہے۔جس بھی جماعت، تنظیم یا شخصیت نے مذکورہ کیس میں فریق بننے کی درخواست دی ہے، وہ تمام اپنے تحریری دلائل مقررہ مدت کے اندر جمع کرائیں۔ہم زبانی دلائل نہیں سنیں گے۔تحریری دلائل کا جائزہ لینے کے بعد اگر ہمارے کوئی سوالات ہوئے تو آئندہ تاریخ سماعت پر عدالتی معاونین سے جواب مانگیں گے"۔انہوں نے مزید ریمارکس دیئے کہ"ہم علمائے کرام اور مذہبی شخصیات سے زیادہ آئین وقانون کو سمجھتے ہیں۔لہٰذا ہمیں کوئی آئین وقانون نہ بتائے۔ہمیں قرآن وسنت اور شرعی احکام کے متعلق عبور حاصل نہیں ہے۔لہٰذا علمائے کرام اور مذہبی شخصیات اپنے دلائل کو صرف قرآن وسنت اور شرعی احکام تک محدود رکھتے ہوئے ہماری راہنمائی کریں"۔ چیف جسٹس نے ریمارکس دیئے کہ"ہم نے آئین کی پاسداری کا حلف اٹھا رکھا ہے۔مسلم اور غیر مسلم کی جو تعریف آئین پاکستان نے متعین کر دی ہے، وہ ہمارے لیے حتمی ہے اور ہم سب اس کے پابند ہیں۔ اس حوالے سے کوئی بحث نہیں کی جائے گی۔اگر کسی کو اس حوالے سے کوئی اعتراض ہے تو وہ ساتھ والی عمارت پارلیمنٹ میں جا کر آئین میں ترمیم کروا لے۔جب آئین پاکستان نے ایک معاملہ طے کر دیا ہے تو بات ختم۔لہٰذا اس سے متعلق بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے"۔اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن جناب ڈاکٹر عمیر محمود صدیقی نے فاضل عدالت عظمیٰ سے استدعا کی کہ"عدالت علمائے کرام اور دینی اداروں سے رائے طلب کرے کہ کیا توہین رسالت ﷺ یا تحریف قرآن علانیہ کرنا اگر جرم ہے تو کیا چار دیواری کے اندر یا انفرادی طور پر توہین رسالت ﷺ یا تحریف قرآن کرنے کی اجازت ہے؟ اس سوال کا اہم تعلق مذکورہ کیس سے ہے۔"اس پر چیف جسٹس آف پاکستان نے ریمارکس دیئے کہ ہمیں دوسری طرف لے کر نہ جائیں۔ہم نے دنیا کے سارے مسائل اس کیس میں حل نہیں کرنے۔6 فروری کے فیصلے میں اگر کوئی غلطی ہے تو ہم صرف اسی پر نظر ثانی کریں گے۔اس کے علاوہ کوئی دوسرا معاملہ جب عدالت کے سامنے آئے گا تو اس وقت ہی اسے دیکھا جائے گا۔دوران سماعت جسٹس عرفان

سعادت خان نے مفتی تقی عثمانی کو عدالتی معاون مقرر کرنے کی تجویز دیتے ہوئے کہا کہ اگر اس بنچ کے دیگر دو معزز ارکان اتفاق کریں تو میری تجویز ہے کہ جسٹس (ر) مفتی تقی عثمانی کو اس کیس میں عدالتی معاون مقرر کیا جائے۔ اس پر چیف جسٹس آف پاکستان نے ریمارکس دیے کہ ہم مفتی تقی عثمانی سے اس کیس کے حوالے سے رائے حاصل کر چکے ہیں۔ مدعی مقدمہ کے وکیل راؤ شاہد نے عدالت عظمیٰ سے استدعا کی کہ سینئر وکیل برہان معظم ملک لاہور سے ویڈیو لنک کے ذریعے دلائل پیش کرنا چاہتے ہیں، لہٰذا انہیں سپریم کورٹ لاہور رجسٹری سے وڈیو لنک کے ذریعے دلائل پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔ اس پر چیف جسٹس آف پاکستان نے ریمارکس دیے کہ ہم ویڈیو لنک پر کسی کو نہیں سنیں گے۔ ویڈیو لنک میں آواز وغیرہ کا مسئلہ ہوتا ہے۔ اگر کوئی اس کیس میں پیش ہونا چاہتا ہے اور اس کے نزدیک اس کیس کی اہمیت بھی ہے تو وہ اسلام آباد آ جائے۔ بعد ازاں فاضل عدالت عظمیٰ نے مذکورہ نظر ثانی پٹیشنز کی سماعت ملتوی کرتے ہوئے تمام درخواست گزاروں کو اپنے تحریری دلائل دو ہفتوں کے اندر جمع کرانے کی ہدایت کرتے ہوئے قرار دیا کہ جتنا وقت ہم تحریری دلائل جمع کرانے کے لیے دے رہے ہیں، اتنا ہی وقت ہم اسے پڑھنے کے لیے بھی لیں گے۔ اس کے بعد مذکورہ نظر ثانی پٹیشنز کو سماعت کے لیے مقرر کیا جائے گا۔

اس موقع پر کئی دینی جماعتوں کے نمائندے اور غیر ملکی مبصرین بھی کمرہ عدالت میں موجود تھے۔ دینی جماعتوں کے نمائندے تو اس لیے موجود تھے کہ کیس دینی اعتبار سے نہایت اہمیت کا حامل تھا لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کیس میں غیر ملکی مبصرین کیوں اتنی دلچسپی لے رہے تھے؟ وہ عدالت میں کیوں آئے تھے؟ اس لیے کہ فتنہ قادیانیت انہی کا خود کاشتہ پودا ہے۔ وہ اپنے لگائے ہوئے پودے کی آب یاری کے لیے مسلسل کوشاں رہتے ہیں۔ وطن عزیز میں توہین رسالت ﷺ کرنے والوں کو ہمیشہ ریلیف کیوں مل جاتا ہے اور وہ ہمیشہ ہی مغربی ممالک کی آنکھوں کا تارا کیوں بن جاتے ہیں؟ اس بات کو سمجھنے کے لیے غیر ملکی مبصرین کی اس طرح کے حساس کیسوں میں

عدالت میں موجودگی کو سمجھ لینا کافی ہے۔

اصولی طور پر عدالت عظمیٰ کو چاہیے تھا کہ اس ساعت میں اسلامی نظریاتی کونسل سمیت دیگر اداروں کی آراء کی روشنی میں اپنے متنازع فیصلے پر نظر ثانی کرتے ہوئے اس کا پیرا نمبر 6 تا 10 حذف کر کے اسلامیان پاکستان کے مطالبہ کو پذیرائی بخشتی اور ادارے کی ساکھ بحال کرتی۔ مگر اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ کیس کے حوالے سے دینی حلقوں کا تاثر تھا کہ اس کیس میں تاخیری حربوں کے ذریعے اسے غیر ضروری طول دیا گیا تاکہ اس کیس کے خلاف مذہبی حلقوں میں جو تشویش کی فضا بنی ہوئی تھی، وہ بتدریج ختم ہو جائے۔ جب ملک کے دس بڑے اداروں سے اس کیس سے متعلقہ آئینی، قانونی اور شرعی آراء موصول ہو گئیں تو ان متفقہ علیہ آراء پر فیصلہ صادر کر دینا چاہیے تھا۔ یہ کون سا ایسا گنجلک فلسفہ یا کوئی لاینحل مسئلہ تھا کہ جو حل نہ ہو سکے۔ ایسی صورت حال میں عوامی سطح پر بے چینی اور اضطراب پایا گیا اور لوگوں میں یہ تاثر پھیلا کہ خارجی دباؤ کے تحت کیس میں قادیانیوں کو غیر شرعی اور غیر آئینی ریلیف کی راہیں کشادہ کی جا رہی ہیں۔ زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھنا چاہیے۔ یاد رکھیے! جب نیتیں خراب ہوں تو حسن عمل دھندلا جاتا ہے، غلط فہمیاں جنم لیتی ہیں، شبہات کو تقویت ملتی ہے اور اعتماد کی فضا مکدر ہو جاتی ہے۔ قرآنی آیات اور آئین و قانون کی غلط تشریح پر چند پیراگراف حذف کر دینے سے کسی سبکی کا پہلو نہیں نکلتا۔ کاش یہ عمل غلط فہمیوں کو رفع کرنے اور خود ساختہ تشریحات پر پڑی گرد کو صاف کرنے میں بے حد معاون ثابت ہوتا۔

دوسری طرف حیران کن بات ہے کہ تحفظ ختم نبوت کے مقدس نام پر چندوں کا دھندہ کرنے والی کچھ بڑی دینی جماعتیں اور ان کے ذمہ داران اس اہم کیس میں کہیں نظر نہیں آئے۔ تعجب ہے کہ انہوں نے اس متنازع فیصلے کے خلاف فریق بننا پسند کیا اور نہ ہی عدالت میں اپنا تحریری موقف جمع کروایا اور اس پر مستزاد یہ کہ انہوں نے اپنے تنظیمی رسائل و جرائد میں بھی اس کیس کا ذکر کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ 'یہ ناداں گر گئے سجدے میں جب وقت قیام آیا' معلوم نہیں کہ جس کاز سے ان کے وجود کو

جواز ملتا ہے، اسی پہ وہ اس قدر خاموش اور لاتعلق کیوں تھے؟ کیا کسی داخلی یا خارجی طاقت کا دباؤ، تخویف وترھیب یا کسی طرح کی ترغیب وتشویق اس قدر مؤثر ثابت ہوئی کہ اس قدر اہم کیس میں انہوں نے عدم دلچسپی اور لاتعلقی کا رویہ اختیار کیا۔ حالانکہ ان جماعتوں اور تنظیموں نے اربوں روپے کے جو چندے اکٹھے کرر کھے ہیں اور اربوں روپے کی جو جائیدادیں بنا رکھی ہیں، (جن کا نہ کبھی آڈٹ ہوا اور نہ اس کی تفصیلات منظر عام پر آئیں) وہ رقوم لوگوں سے ناموسِ رسالت ﷺ، تحفظ ختم نبوت اور دین اسلام کی سربلندی کے نام پر ہی اکٹھی کی ہیں۔ مجرمانہ خاموشی اور لاتعلقی پہ مبنی ان کے اس مذموم عمل سے تاریخ انہیں جن الفاظ سے یاد کرے گی، اس کے تصور سے بھی سو بار الحذر۔ اس کیس میں اُن کی عدم دلچسپی اور مجرمانہ خاموشی نہایت ہی قابل مذمت ہے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے تھا کہ وہ غصیلی تقاریر، جذباتی نعروں اور گیدڑ بھبکیوں کا وقت نہیں تھا بلکہ تمام تر مسلکی تعصّبات اور شخصیت پرستی سے بالاتر ہوکر ہوش مندی کے ساتھ اس کیس کو پوری قانونی تیاری کے ساتھ لڑنے کا موقع تھا۔ ان کی تنگ نظری، کھوکھلی پارسائی، جماعتی بغض وعناد اور پست خیالی سے کارکنان کا برگشتہ ہونا یقینی تھا اور اس نقصان کی شاید کبھی تلافی نہ ہوسکے۔ روم جل رہا ہو اور نیرو چین کی بانسری بجانے میں مصروف ہو تو سمجھ لیں دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔ 'غیرت ہے بڑی چیز جہاں تگ ودو میں'۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ کسی کی سیاسی محرومیوں کا بدلہ لینے کا یہ مقام تھا نہ موقع۔ اس قبیح مقصد کے لیے اگر آپ کسی کو اپنا پلیٹ فارم پیش کرتے ہیں (جیسا کہ پس پردہ ایسی مذموم کوششیں ہوئیں) تو لوگوں کا شک یقین میں بدل گیا کہ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور ہیں۔ یاد رکھیے! قیمت کوئی بھی ہو، آدمی اگر بک جائے تو دو ٹکے کا نہیں رہتا:

جب مالی اپنے گلشن میں خود ہاتھ سے آگ لگاتے ہوں
اس حال میں ہم دیوانوں سے تم کہتے ہو خاموش رہو

....

تقریباً 2 ماہ کے وقفہ کے بعد 28 مئی کو تاریخ سماعت کا اعلان ہوا لیکن بوجوہ سماعت نہ ہوسکی۔ پھر 29 مئی 2024ء کو دوبارہ اس کیس کی سماعت ہوئی۔ سپریم کورٹ آف پاکستان کا 3 رکنی بنچ چیف جسٹس جناب جسٹس فائز عیسیٰ، جناب عرفان سعادت خان اور جناب جسٹس نعیم اختر افغان پر مشتمل تھا۔ کمرہ عدالت میں علماء و مشائخ، وکلا اور تحفظ ختم نبوت کے کارکنان کی کثیر تعداد موجود تھی۔ سماعت کے آغاز میں جناب چیف جسٹس نے دریافت کیا کہ عدالت نے جن دینی اداروں کو راہنمائی کے لیے لکھا تھا، کیا ان میں سے کوئی آیا؟ مقام تاسف ہے کہ دارالعلوم نعیمہ کراچی، دارالعلوم کراچی، قرآن اکیڈمی لاہور، جمعیت اہل حدیث اور دیگر اداروں کی طرف سے مشترکہ رائے پیش کرنے کے لیے یا کسی سوال کا جواب دینے کے لیے ان اداروں کے متعلقہ سربراہان عدالت میں موجود نہیں تھے۔ اس کمی کو شدت سے محسوس کیا گیا۔ البتہ اس پر جناب سید حبیب الحق شاہ ایڈووکیٹ نے کہا کہ مفتی منیب الرحمن صاحب، جامعہ نعیمہ کراچی نے مجھے اپنا نمائندہ مقرر کیا ہے۔ شاہ صاحب نے اپنے دلائل دیتے ہوئے متنازع فیصلہ میں موجود شرعی و قانونی کمزوریوں کی نشاندہی کی اور چیف صاحب کے کئی سوالات کے بڑے مسکت جوابات دیئے۔ اس کے بعد دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے ترجمان حضرت علامہ مفتی شیر محمد خان صاحب نے اختصار کے ساتھ نہایت مدلل، جاندار اور پراثر گفتگو فرمائی۔ مفتی صاحب کا کہنا تھا کہ قانون میں کہیں نہیں لکھا کہ نجی مقامات پر قادیانی اپنی تعلیمات کا پرچار کر سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ عدالت واضح کرے کہ قانون کے مطابق قادیانی نجی مقامات پر بھی تبلیغ نہیں کر سکتے۔ قرآن مجید میں تحریف کرنا بھی توہین ہے۔ مرزائی اپنے ادارہ جات اور چاردیواری میں بیٹھ کر بھی اپنے عقائد کا پرچار نہیں کر سکتے کیونکہ اینٹی اسلام (اسلام کے خلاف) جتنی کارروائیاں ہیں، ان سے قرآن و حدیث نے روک دیا ہے۔ مسجد ضرار جہاں منافقین نے مخالف اسلام سازشیں شروع کی تھیں، اس مسجد ضرار کو بحکم خداوندی گرادیا گیا تھا، اسی طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں مسیلمہ کذاب نے جب دعویٰ

نبوت کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے اپنے قلعے کی چار دیواری میں اپنے مذہب کا پرچار کرنے کی اجازت نہیں دی بلکہ اس فتنہ کا مکمل قلع قمع کر دیا۔ اسی طرح حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں بھی چار دیواریوں کے اندر خلاف اسلام کاموں سے روک دیا تھا کہ کوئی آدمی اسلام کے خلاف کوئی حرکت اپنی چار دیواری میں بھی سرانجام نہیں دے سکتا۔ لہٰذا اپنی چار دیواری میں بھی اگر ختم نبوت کے منکرین کو اپنے نظریہ کے پرچار کی اجازت ہوتی تو پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسیلمہ کذاب کو بھی یہ اجازت دے دیتے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اسی طرح مرزائیوں اور قادیانیوں کو بھی نجی یا پرائیویٹ مقامات یا چار دیواری کے اندر ختم نبوت کے خلاف تبلیغ کی اجازت نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے دوٹوک انداز میں مطالبہ کیا کہ عدالت ملک میں پھیلی ہیجانی کیفیت کو اپنے درست فیصلے سے ختم کرے اور آئین و قانون میں طے شدہ امور کو ہرگز نہ چھیڑے۔ چیف صاحب نے مفتی صاحب کے دلائل کو قابل تحسین قرار دیا۔ اس کے بعد اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن کی حیثیت سے معروف مذہبی سکالر و دانشور جناب ڈاکٹر عمیر محمود صدیقی پیش ہوئے۔ انہوں نے عدالت کے روبرو جو دلائل دیئے، وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ جناب چیف جسٹس نے حسب روایت غیر متعلقہ سوالات کے ذریعے انہیں کنفیوژ کرنے اور اصل موضوع سے ہٹانے کی بے حد کوشش کی مگر ڈاکٹر عمیر صدیقی نہایت ثابت قدمی سے اپنے اصولی موقف پر ڈٹے رہے۔ ڈاکٹر عمیر صاحب نے اسلامی نظریاتی کونسل کی رائے پڑھتے ہوئے جب متنازع فیصلے میں آئینی و قانونی غلطیوں کی نشاندہی کی تو اس پر جناب چیف جسٹس برہم ہو گئے اور ریمارکس دیئے کہ ہر کسی کو اپنی حد میں رہنا چاہیے۔ اسلامی نظریاتی کونسل سمیت جن دس دینی اداروں سے ہم نے رائے طلب کی تھی، وہ صرف قرآن وحدیث کی حد تک تھی۔ اسلامی نظریاتی کونسل سپریم کورٹ بننے کی کوشش نہ کرے۔ ہم آئین و قانون کو بہت بہتر سمجھتے ہیں۔ لہٰذا صرف قرآن وحدیث کے حوالے سے ہماری راہنمائی کریں۔ کیس میں مزید جان اس وقت پڑی جب ڈاکٹر عمیر صدیقی صاحب نے سورۃ التوبہ کی

آیت 107 کی روشنی میں منافقین کی تعمیر کردہ مسجد ضرار کا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ اس مسجد کا منہدم کیا جانا اور مسجد بنو حنیفہ (جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب) کے لوگوں کو قید کرنا اور توبہ کروانا اس بات پر نصوص صریحہ ہیں کہ منکرین ختم نبوت یا منافقین کو اسلام کے نام پر چھپ کر چار دیواری میں بھی مذہبی آزادی کی آڑ میں اسلامی عقائد کی توہین اور تحریف قرآن کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ جس طرح تحریف قرآن علی الاعلان دین اسلام سے بغاوت وکفر ہے، اسی طرح چار دیواری میں بھی سخت تعزیری جرم ہے۔ لہٰذا ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ تحریف وتوہین قرآن کے اس عمل کو شرعاً اور قانوناً روکے۔ جناب عمیر صاحب کے یہ دلائل 'ایں سعادت بزور بازو نیست' کی زندہ مثال تھے۔

ایک موقع پر جناب چیف جسٹس نے کہا کہ ایک عورت حضور نبی کریم ﷺ پر روزانہ کوڑا پھینکتی تھی مگر آپ ﷺ نے کبھی اس کا برا نہیں منایا۔ اس پر عدالت میں موجود علماء کرام نے چیف صاحب کی توجہ اس امر کی طرف دلائی کہ یہ واقعہ من گھڑت اور جھوٹ پر مبنی ہے۔ شاید یہ واقعہ ہمارے کسی تعلیمی نصاب میں بھی شامل ہے۔ یہ واقعہ عوام الناس میں معروف اور زبان زدعام ہے مگر احادیث یا سیرت النبی ﷺ یا تاریخ کی کسی مستند کتاب میں درج نہیں۔ نجانے یہ فرضی قصہ کس نے وضع کیا۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ حضور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ جس نے جھوٹی بات آپ ﷺ کی طرف منسوب کی، وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

عدالت میں اس وقت بدمزگی پیدا ہوئی جب چیف جسٹس صاحب نے ایک نام نہاد سکالر عمار خان ناصر کو روسٹرم پر آکر اپنا موقف پیش کرنے کا کہا۔ مقدمے کے تمام مراحل کا بغور مشاہدہ کرنے والے ایک بڑے طبقے کا خیال تھا کہ موصوف کو چیف جسٹس کے ذاتی سیکرٹری کی سہولت کاری سے ہی عدالت میں پیش ہونے کا موقع میسر آیا۔ ذاتی سیکرٹری اور عمار خان کے باہمی دیرینہ تعلقات ہیں۔ انہوں نے ایک فائل چیف صاحب کے سامنے لاکر رکھی تو چیف صاحب نے عمار ناصر کو موقف بیان کرنے کے لیے بلالیا۔ عدالت میں عمار خان ناصر کو دیکھ کر قادیانی حضرات بے حد خوش ہو

رہے تھے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ یہ شخص امت مسلمہ کے متفقہ موقف سے ہٹ کر ہمارا موقف پیش کرے گا۔ عمار ناصر جیسے ہی دلائل دینے کے لیے روسٹرم پر پہنچا تو کئی علما و وکلا بھی روسٹرم پر آ گئے اور بصد احترام چیف صاحب سے دریافت کیا کہ یہ متنازع شخص کس حیثیت سے پیش ہو رہا ہے؟ چیف جسٹس نے کہا کہ یہ ذاتی حیثیت میں پیش ہو رہا ہے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ آپ نے خود ہی یہ طے کیا ہے کہ ہم کسی بھی شخص کو ذاتی طور پر (Individually) نہیں سنیں گے، اب آپ اپنے ہی بنائے ہوئے ضابطہ کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ اگر آپ اس شخص کے دلائل (Out of the Box) ذاتی حیثیت میں سنیں گے تو یہ حق ہمیں اور تمام درخواست گزاروں کو بھی عنایت کیا جائے تاکہ ہم اس کے دلائل کا رد کر سکیں۔ اس دوران عمار خاں ناصر نے بولنے کی بہت کوشش کی مگر ناکام رہا۔ اس صورتحال پر چیف صاحب کے کرب سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ عمار ناصر کو ضرور سننا چاہتے ہیں تاکہ ان کے متنازع فیصلے کو تقویت ملے اور معاملہ مزید شکوک وشبہات کا شکار ہو جائے۔ عدالت میں موجود سیکولر اور قادیانی لابی کی بھی حتی الوسع کوشش تھی کہ عمار خاں ناصر کو اپنے دلائل دینے کا موقع مل جائے مگر علما و وکلا کے شدید احتجاج پر قادیانیوں کی یہ سازش کامیاب نہ ہو سکی اور آخر کار وہ خائب و خاسر اور بے نیل مرام کمرہ عدالت سے چلا گیا۔ اس موقع پر حضور نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارکہ ''جب تم میں شرم وحیا نہ ہو، تم جو چاہو کرو'' مزید نکھر کر سامنے آئی۔

اس کے بعد جماعت اسلامی کی طرف سے جناب شوکت عزیز صدیقی نے دلائل دینا چاہے لیکن چیف صاحب نے ان کو اجازت نہ دی اور کہا کہ ہم آپ کو سیاسی جماعت کی طرف سے نہیں سنیں گے۔ ہم نے آپ کو نوٹسز بھی نہیں بھیجے، اس لیے عدالت کسی کو نہیں سنے گی۔ پھر پراسیکیوٹر جنرل پنجاب، مدعی مقدمہ کے وکیل اور ملزم کے قادیانی وکیل کے دلائل سننے کے بعد چیف جسٹس نے کہا کہ کیس سے متعلقہ مزید تحریری جوابات جو عدالت میں جمع ہیں، ہم انہیں پڑھیں گے۔ پھر اگر ضرورت محسوس ہوئی تو معاونت کے لیے کیس دوبارہ سماعت کے لیے مقرر کریں گے ورنہ فیصلہ

سنا دیں گے۔اس پر عدالت نے فیصلہ محفوظ کرلیا۔

یہ بات بھی ریکارڈ کا حصہ رہنی چاہیے کہ عدالت کی فضا اُس وقت نور ونکہت سے جگمگا اُٹھی جب بنچ کے ایک رکن جناب جسٹس نعیم اختر افغان نے سماعت کے دوران تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے حوالے سے ایمان افروز ریمارکس دیتے ہوئے اپنی دینی غیرت وحمیت کا مظاہرہ کیا۔

عدالت کے باہر اس وقت صورت حال دلچسپ ہوگئی جب ایک اخباری نمائندے نے عمار خان ناصر سے پوچھا کہ بیت المقدس کی تولیت کے حوالے سے آپ کے نظریات یہودیوں کے نکتہ نظر کی ترجمانی کرتے ہیں، اس سلسلہ میں وہاں سے کیا آپ کو کوئی فنڈنگ وغیرہ بھی ہوتی ہے؟ عمار ناصر نے اس سوال کا کوئی جواب نہیں دیا۔ایک تحریکی کارکن نے پوچھا کہ کیا یہ سچ ہے کہ قادیانی جماعت کے موجودہ خلیفہ مرزا مسرور کا آپ سے مسلسل رابطہ ہے؟ اس نے اس سوال پر بھی معنی خیز خاموشی اختیار کی۔ ایک اور شخص نے عمار خان ناصر سے پوچھا کہ آپ پاکستان کے آئین و قانون میں موجود تمام اسلامی شقوں بالخصوص قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی آئینی ترمیم اور قانون تحفظ ناموس رسالت ﷺ کو ختم کرنے کے لیے کیوں کوششیں کررہے ہیں؟ اس پر اس نے کہا کہ یہ میرے ضمیر کی آواز ہے۔تو گویا اُس کے ضمیر کی آواز یہ ہے کہ قادیانی بھی مسلمان ہیں جبکہ امت مسلمہ کا متفقہ موقف ہے کہ وہ غیر مسلم ہیں۔ختم نبوت کے ایسے غداروں کے بارے میں کسی قسم کا نرم گوشہ رکھنا بھی ختم نبوت سے غداری کے مترادف ہے۔

ہم نے عدالتی فیصلے کا تجزیہ کرتے ہوئے اُس وقت اپنے ایک مضمون میں لکھا تھا: ''حضور خاتم النبیین ﷺ کی معروف حدیث الدین النصیحتہ' جوامع الکلم میں سے ہے۔اس کے الفاظ مختصر مگر معنی کثیر ہیں۔اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ دین کا سب سے بڑا ستون خیر خواہی ہے۔آخر میں اسی تناظر میں جناب چیف جسٹس کی خدمت میں ایک حدیث مبارکہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ حضرت

ابوامامہؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اسلام کی ایک ایک رسی کو چن چن کر توڑ دیا جائے گا اور جب ایک رسی ٹوٹ جایا کرے گی تو لوگ دوسری کے پیچھے پڑ جایا کریں گے، سب سے پہلے ٹوٹنے والی رسی انصاف (عدلیہ) کی ہوگی اور سب سے آخر میں ٹوٹنے والی نماز ہوگی۔''

(مسند احمد:22160)

یہ بات بھی یادر کھنے کے لائق ہے کہ جزاوسزا کا بنیادی فلسفہ محض جرم کو کیفر کردار تک پہنچانا نہیں بلکہ اصل مدعا اس جرم کو روکنا اور اس کے ارتکاب کا ارادہ کرنے والے کی حوصلہ شکنی کرنا ہوتا ہے۔ اس لیے جناب چیف جسٹس قاضی فائز عیسیٰ صاحب سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت کے مذہبی جذبات، Ground Rialities، اسلامی قوانین اور آئین پاکستان کی روح کا خیال کرتے ہوئے اپنے متنازع فیصلے پر نظر ثانی فرمائیں اور غیر متعلقہ اور غیر ضروری بحث پر مبنی اس کا پیرا نمبر 6 تا 10 حذف کیا جائے تا کہ کسی طرح کی غلط فہمی کی گنجائش باقی نہ رہے۔ ہمارے اس مطالبہ کو مزید تقویت اس بات سے بھی ملتی ہے کہ 26 فروری 2024ء کو آپ نے ملک کے جن دس بڑے دینی اداروں سے اپنے فیصلہ بتاریخ 6 فروری 2024ء کے بارے میں رائے طلب کی تھی، ان میں سے 9 نے متفقہ طور پر آپ کے فیصلہ کو متنازع، غیر آئینی اور غیر شرعی قرار دیتے ہوئے اسے کالعدم (Set aside) کرنے کا کہا ہے۔ ان سب کا موقف ہے کہ ملزم کی ضمانت اور رہائی کے فیصلے کو کالعدم قرار دیا جائے۔ ایف آئی آر میں نامزد مفرور ملزمان کو فوری طور پر گرفتار کر کے ان کے خلاف سخت قانونی کارروائی کا حکم دیا جائے۔ ٹرائل کورٹ کو کیس واپس بھیجتے ہوئے ہدایت کی جائے کہ وہ سپریم کورٹ کے 6 فروری 2024ء کے فیصلہ سے کسی بھی طرح متاثر ہوئے بغیر حقائق و شواہد کی بنیاد پر ایف آئی آر میں درج تمام دفعات کے تحت مقدمے کی کارروائی 3 ماہ میں مکمل کر کے میرٹ پر فیصلہ دے۔

تری دعا ہے کہ ہو تیری آرزو پوری
مری دعا ہے تری آرزو بدل جائے"

....

تقریباً دو ماہ بعد 24 جولائی 2024ء کو فیصلے پر نظر ثانی سے متعلق درخواستوں پر سپریم کورٹ نے فیصلہ جاری کیا۔ یہ فیصلہ پاکستان کے تمام مکاتب فکر کے نمائندہ جید علماء کرام اور اسلامی نظریاتی کونسل کے اجماع کے خلاف تھا۔ اس فیصلہ میں قادیانیوں کو مذہبی آزادی اور گھر کی خلوت کے نام پر اپنے گھروں، عبادت گاہوں اور نجی اداروں میں تحریف قرآن اور توہین رسالت ﷺ کی اجازت دے دی گئی۔ اسلام میں جس طرح تحریف قرآن اور توہین رسالت ﷺ سرعام کفر اور قابل سزا جرم ہے، اسی طرح خلوت میں بھی اس کا ارتکاب کفر اور قابل سزا جرم ہے۔ مذہبی آزادی کے نام پر "گھر کی خلوت کے حق" کی آڑ میں تحریف قرآن، توہین رسالت ﷺ اور ارتدادی سرگرمیوں کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ یہی وہ بنیادی نکتہ تھا جسے بار بار عدالت میں تقریراً اور تحریراً آئینی و قانونی نظائر سے واضح کیا گیا اور اس پر قرآن و سنت کی روشنی میں شرعی دلائل بھی دیئے گئے۔ اس فیصلہ کا سب سے بڑا نقصان یہ تھا کہ اب قادیانیوں کو توہین قرآن، توہین رسالت ﷺ، توہین اہل بیتؓ، توہین صحابہؓ اور مسلمانوں کی تکفیر پر مبنی لٹریچر اپنے "گراؤنڈز اور کالجز و مدارس" میں علانیہ چھاپنے، تقسیم کرنے، پڑھانے اور بطور نصاب متعین کرنے کا قانوناً جواز مل گیا۔

نظر ثانی فیصلے کی کئی شقیں غیر شرعی، غیر آئینی اور غیر قانونی تھیں۔ ذیل میں ہم اس کا مختصراً ذکر کرتے ہیں۔

نظر ثانی فیصلہ کے پیراگراف نمبر 6 میں یہ تسلیم کیا گیا کہ مدرسۃ الحفظ، عائشہ اکیڈمی و مدرسۃ البنات کی سالانہ تقریب "نصرت جہاں کالج فار ویمن کے گراؤنڈ" میں منعقد کی گئی جہاں ملزم نے ممنوعہ کتاب تفسیر صغیر اور دیگر کتب تقسیم کیں اور یہ مبینہ واقعہ 2019ء میں رونما ہوا۔ توجہ طلب بات یہ ہے کہ یہ گھر کی چاردیواری اور گھر کی

خلوت نہیں بلکہ مدرسہ واکیڈمی کی سالانہ تقریب ہے جو کالج کے گراؤنڈ میں سرعام اور علانیہ منعقد کی گئی۔ اس گراؤنڈ کی تقریب کو بھی خلوت کا حق قرار دے کر تحریف شدہ ترجمہ قرآن تقسیم کرنے کی اجازت دینا عدل کے منافی تھا۔ اسی پیراگراف میں ایک بار پھر یہ بحث چھیڑی گئی کہ آئین کا آرٹیکل 12(1) کہتا ہے:

''کوئی قانون کسی شخص کو سزا دینے کا اختیار نہیں دے گا۔
(الف) کسی ایسے فعل کے ارتکاب یا ترک فعل پر جو اس فعل کے ارتکاب یا ترک کے وقت قابل سزا جرم نہیں تھا۔ یا (ب)
کسی جرم کے ارتکاب یا ترک پر ایسی سزا دینا جو ارتکابِ جرم کے وقت نافذ العمل سزا سے زیادہ ہو''۔

یعنی کوئی قانون مؤثر بہ ماضی (Retrospective) نہیں ہوسکتا۔

حیرت ہے کہ قانون پڑھے اور سمجھے بغیر نظر ثانی فیصلے میں دوسری بار اسی غلطی کا اعادہ کیا گیا کہ 2019ء کے قانون میں قابل اعتراض کتاب کے طابع، ناشر یا ریکارڈ رکھنے والے اور مرتب کو مجرم قرار دیا گیا تھا، جبکہ بعد میں 2021ء کے قانون میں تقسیم کنندہ (Disseminator) کو بھی مجرم قرار دے دیا گیا تھا، تو عدالت کی نظر میں مبارک ثانی پر 2021ء کے قانون کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اس پر ہمارا موقف یہ ہے کہ اگر جرم وقتی نوعیت کا تھا، جس کا ارتکاب کیا گیا اور قصہ ختم ہوگیا تو یقینا مابعد قانون کا اس پر اطلاق نہیں ہوگا۔ لیکن جرم اگر ایسا ہے کہ نئے قانون کی آمد کے وقت بھی جاری ہے تو یقینا مابعد قانون کا بھی اس پر اطلاق ہوگا۔ کیا عدالت نے اس بات کی تحقیق کر لی تھی کہ نئے قانون کی آمد کے وقت وہ شخص جرم سے دست بردار ہو چکا تھا یا اس کتاب کی اشاعت اور تقسیم روک دی گئی تھی۔ یہ کام اپیلٹ کورٹ کا نہیں، بلکہ ٹرائل کورٹ کا تھا اور ٹرائل کورٹ میں تو ابھی مجرم کا بیان ریکارڈ ہوا تھا اور نہ اس پر جرح ہوئی تھی، تو سپریم کورٹ نے اپنے تئیں یہ رائے کیسے قائم کر لی؟

کیا ملزم کو فوجداری ترمیمی قانون 1932 کی دفعہ 5 کے تحت ضمانت پر رہا کیا جا

سکتا ہے۔ عدالت نے اپنے پہلے فیصلہ (6 فروری 2024ء) کے پیراگراف نمبر 14 اور 17 میں مذکورہ اصول کو تسلیم کرتے ہوئے ملزم کو ضمانت دی۔ مزید براں نظرثانی فیصلہ کے پیرا7 میں اس بابت ایسا ہی موقف دوبارہ اپنایا گیا۔ یہ فیصلہ میں کی گئی بنیادی غلطی تھی جو الزام علیہ نے ملزم کے وکیل سے جان بوجھ کر متفق ہوکر کی کیونکہ مدعی کا الزام ممنوعہ کتاب کی بابت نہ ہے بلکہ ممنوعہ تحریف شدہ ترجمہ قرآن پاک کی اشاعت تقسیم، تعلیم اور تبلیغ کی بابت ہے جو قرآن ایکٹ پنجاب میں قابل سزا ہے اور بطور ممنوعہ کتاب انسداد دہشت گردی ایکٹ 1997 میں بھی قابل سزا ہے۔ بصورت دیگر 1932 کا مذکورہ قانون 1960 میں پریس اینڈ پبلیکیشن آرڈیننس کے ذریعے ختم کر دیا گیا جس کی تصدیق عدالت عالیہ لاہور کے فیصلے PLJ 2021 Cr.P.C 1772 سے ہوتی ہے۔ اس حکم کو معزز سپریم کورٹ نے اپنے فیصلے 2022 SCMR 511 میں برقرار رکھا اور یہ فیصلہ معزز سپریم کورٹ میں نظرثانی میں بھی برقرار رکھا گیا۔ متعلقہ قانون ہولی قرآن ایکٹ پنجاب 2011 دفعہ 7، دہشت گردی ایکٹ 1997 دفعہ 8، 11 ڈبلیو اور آئین پاکستان کے آرٹیکل 4 بھی یہی تقاضا ہے۔

فیصلے کا پیراگراف نمبر 27 عدالت کے آئین و قانون سے بے خبری کا پتا دیتا ہے۔ مسلمہ اصول ہے کہ کسی بھی ملک کا شہری، اُس ملک کے آئین و قانون کا پابند ہے اور اُسے آئین و قانون سے انحراف کا حق حاصل نہیں ہے، خواہ وہ پیدائشی شہری ہو یا اُس نے بعد میں اپنے اختیار سے اُس ملک کی شہریت اختیار کی ہو، جسے انگریزی میں "Natural Citizenship" کہا جاتا ہے۔ اسی اصول کے تحت قادیانی اس امر کے پابند ہیں کہ آئین پاکستان کو من و عن تسلیم کرتے ہوئے اپنی آئینی حیثیت کو تسلیم کریں، اپنے آپ کو غیر مسلم قرار دیں اور کسی بھی تاویل و توجیہ کے تحت اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ نہ کریں۔ معزز عدالت نے قادیانیوں کو نہ اس امر کا پابند بنایا اور نہ اُن کو یہ تنبیہ کی کہ اُن کی اپنے آپ کو مسلمان قرار دینے کا اِدّعا (Claim) آئین سے انحراف اور بغاوت ہے اور اس کی سزا خود آئین میں موجود ہے۔ اگر عدالت اپنا یہ آئینی، قانونی

اور دینی فریضہ انجام دیتی تو قادیانیوں کے لیے دَجل وفریب کے سارے راستے اور امکانات مسدود ہو جاتے۔ اس کے بغیر عدالت کے نظر ثانی فیصلے کا پیراگراف نمبر 27 بے معنی ہو جاتا ہے۔ عدالت نے ''ملتِ اسلامیہ کا دوسو صفحات پر مشتمل موقف برائے مطالعہ خصوصی کمیٹی'' کا حوالہ دیا اور قرارداد کا مندرجہ ذیل اقتباس نقل کیا: ''اب اس اسمبلی کو یہ اعلان کرنے کی کارروائی کرنی چاہیے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار، انہیں چاہے کوئی بھی نام دیا جائے، مسلمان نہیں اور یہ کہ قومی اسمبلی میں ایک سرکاری بل پیش کیا جائے تاکہ اس اعلان کو مؤثر بنانے کے لیے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کی ایک غیر مسلم اقلیت کے طور پر ''ان کے جائز حقوق ومفادات'' کے تحفظ کے لیے احکام وضع کرنے کی خاطر آئین میں مناسب اور ضروری ترمیمات کی جائیں''۔ گزارش ہے کہ ''اُن کے جائز حقوق ومفادات'' کا تعین یا اُس کی بابت قانون سازی تو تب ہو سکتی ہے، جب وہ اپنی آئینی حیثیت کو تسلیم کریں، اپنے آپ کو غیر مسلم کی حیثیت سے رجسٹرڈ کرائیں تو وہ قومی اسمبلی میں قادیانیوں کے لیے مختص اقلیتی نشست کے حق دار بھی بن سکتے ہیں۔ لیکن قادیانیوں نے آج تک اپنی آئینی حیثیت کو تسلیم ہی نہیں کیا، پس جو شہری کسی ملک کے آئین کو ہی تسلیم نہ کریں، تو وہ اُس ملک میں ''جائز حقوق و مفادات'' کے حق دار نہیں بنتے۔ یاد رکھیے! اگر کوئی شخص یا گروہ آئین میں دی گئی اپنی حیثیت تسلیم نہیں کرتا، وہ آئین میں دیئے گئے حقوق کا مطالبہ بھی نہیں کر سکتا۔ بعض اہل علم کی نظر میں قادیانیوں کی حیثیت کفار کی اقسام میں زنادقہ کی ہے کیونکہ قادیانیت مسلمانوں کی شناخت پر حملہ ہے۔ مسلمانوں کی اس شناخت کے تحفظ کے لیے جب قادیانیوں کو اسلامی اصطلاحات کے استعمال سے روکا گیا تو قادیانی اب اس فیصلے کو تسلیم کرنے کے لیے آمادہ نہیں۔ گویا قادیانیت صرف کفر نہیں، بلکہ کفر کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی شناخت پر حملہ اور اسلامی ریاست کے ایک فیصلے سے بغاوت بھی ہے۔ لہٰذا جب تک وہ ریاستِ پاکستان کا فیصلہ تسلیم نہیں کرتے تب تک عام کفار کی طرح اپنے لیے بنیادی حقوق کا دعویٰ کیسے کر سکتے ہیں؟

عدالتی فیصلے کو غیر مسلموں کے حقوق کے تناظر میں لیا گیا حالانکہ شریعتِ اسلامیہ کی راہنمائی اس سلسلے میں بالکل واضح ہے کہ اسلام، غیر مسلموں کو بے پناہ حقوق دیتا ہے جن میں عدل و احسان اور احترام وحسن سلوک کے ساتھ داخلی مذہبی آزادی بھی شامل ہے۔ تاہم غیر مسلموں کو یہ حقوق اسی وقت دیئے جائیں گے، جب وہ اپنے فرائض بھی ادا کریں۔ کیونکہ اسلامی معاشرے میں غیر مسلم معاہد کے طور پر رہتے ہیں اور اپنے فرائض کو ترک کرنے کی صورت میں وہ نقض عہد یا عہد شکنی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ایسے غیر مسلموں کو یہ حقوق نہیں دیئے جا سکتے جو اپنے فرائض ترک کر کے، نقض عہد کے مرتکب ہوں۔ اسلامی معاشرے میں رہنے والے غیر مسلموں کے فرائض درج ذیل ہیں جو خلافتِ عباسیہ کے چیف جسٹس امام ابوالحسن علی الماوردی (م 450ھ) نے اپنی مشہورِ زمانہ کتاب 'احکام سلطانیہ' میں درج کیے ہیں:

''[مسلم معاشرے میں قیام پذیر] غیر مسلموں پر طے شدہ فرائض چھ ہیں: وہ قرآن مجید میں طعنہ زنی اور تحریف نہ کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ بطور تکذیب اور تحقیر نہ کریں گے۔ دین اسلام کا مذموم اور عیب دار تذکرہ نہیں کریں گے۔ کسی مسلمان عورت سے بدکاری کا ارتکاب یا اس سے نکاح نہیں کریں گے۔ مسلمانوں کو ان کے دین سے بدگمان نہ کریں گے، اور ان کے مال و دین کو نشانہ نہیں بنائیں گے۔ مسلمانوں سے جنگ کرنے والے کفار کی مدد اور ان کے اہل ثروت سے محبت نہ کریں گے۔

مسلمانوں کے یہ چھ حقوق بلاشرط غیر مسلموں/ معاہدین پر نافذ ہیں۔ جب کوئی غیر مسلم اسلام میں ذلت اور نقص کو فروغ دے، تب اس کا مسلمانوں کے ساتھ رہنے کا معاہدہ ٹوٹ جائے گا: اللہ تعالیٰ کے ذکر میں، کتاب اللہ میں، دین اسلام میں اور رسول اللہ کے بارے میں ایسے تذکرے جو نامناسب ہوں''۔

اوپر مذکور نقض عہد کی چھ صورتیں، کم وبیش ہر طرح قادیانیوں کے ہاں پائی جاتی ہیں۔ مذکورہ سارا مقدمہ تحریفِ قرآن کے تناظر میں ہے، اسی طرح قادیانی جب مرزا

قادیانی کو سید المرسلین و خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کا مصداق بلکہ کامل و اکمل صورت قرار دیتے ہیں تو یہ سیدھی سادی توہین رسالت ہے۔ جب وہ کلمہ طیبہ میں لفظ محمد ﷺ سے مراد مرزا قادیانی لیتے ہیں تو یہ اسلام میں طعنہ زنی اور مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنا ہے۔ پھر قادیانی دنیا بھر میں پاکستان کے خلاف سفارتخانوں اور عالمی اداروں میں زہر اُگلتے رہتے ہیں جس کے بے شمار شواہد موجود ہیں۔ تو اس طرح قادیانی صرف کافر نہیں رہتے، بلکہ 'حربی کافر' بن جاتے ہیں۔

اعلیٰ عدالتوں نے یہ حقیقت بھی واضح کر دی ہے کہ آئین کی دفعہ 20 اور 22 میں غیر مسلموں کو جو مذہبی آزادی دی گئی ہے، وہ اُس صورت میں انہیں حاصل ہوگی، جب وہ اپنے آپ کو غیر مسلم اقلیت مان کر اپنے مذہب پر عمل کریں، جیسے ہندو، سکھ اور مسیحی وغیرہ کرتے ہیں۔ اس کے برعکس قادیانیوں کا معاملہ الگ ہے، کیونکہ وہ اپنے آپ کو غیر مسلم ظاہر نہیں کرتے، اس لیے وہ اس آزادی سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ چنانچہ فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلے میں کہا گیا ہے:

> "But this can be allowed if the non-Muslims preach as non-Muslims and not by passing off as Muslims.
>
> (PLD, 1985, FSC: 8)
>
> ''قادیانیوں کو تبلیغ کی اجازت اسی صورت میں دی جا سکتی ہے جب وہ اپنے آپ کو غیر مسلم مان کر، اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کی تبلیغ کریں، نہ کہ اسلام کی تبلیغ کے طور پر''۔

عدالت خود تسلیم کر چکی ہے کہ فاضل وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کا اتباع سپریم کورٹ پر لازم ہے، اس لیے کوئی جواز نہیں تھا کہ نظر ثانی میں کوئی بات کہتے وقت اس کو پیش نظر نہ رکھا جاتا۔

نظر ثانی فیصلے کا پیراگراف نمبر 42 سب سے زیادہ متنازع، غیر قانونی اور مضحکہ خیز تھا۔ عدالت نے اپنے فیصلہ میں لکھا: ''آئین اور قانون کے مطابق اپنے مذہب پر

عمل پیرا ہونے اور اس کے اظہار اور اس کی تبلیغ کا حق اس شرط کے ساتھ حاصل ہے کہ وہ عوامی سطح پر مسلمانوں کی دینی اصطلاحات استعمال نہیں کریں گے، نہ ہی عوامی سطح پر خود کو مسلمانوں کے طور پر پیش کریں گے۔ تاہم اپنے گھروں، عبادت گاہوں اور اپنے نجی مخصوص اداروں کے اندر انہیں قانون کے تحت مقررہ کردہ ''معقول قیوذ'' کے اندر ''گھر کی خلوت'' کا حق حاصل ہے''۔

تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298 سی کے مطابق ''قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کا کوئی شخص جو بالواسطہ یا بلاواسطہ اپنے مذہب کی تبلیغ یا پرچار کرے یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے''۔ اس دفعہ میں تبلیغ کی دو صورتیں "Preaches or propagates" (یعنی دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے) الگ الگ ذکر کر کے دونوں کو قابل سزا قرار دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ قانون میں کوئی لفظ بے مقصد (Redundant) نہیں ہوتا، اس لیے یہ دونوں قسمیں الگ الگ بیان کی ہیں۔ اسی طرح ''نجی مخصوص اداروں'' کا جو لفظ نظر ثانی فیصلے میں ذکر کیا گیا اور کہا گیا کہ ''اُن میں انہیں ''گھر کی خلوت'' کا حق حاصل ہے، یہ بھی مذکورہ دفعہ کے خلاف ہے، اس لیے کہ ادارہ کوئی نجی گھر نہیں ہوتا۔

یہ بھی واضح رہے کہ ''جو کام'' پبلک ویو'' میں کیا جائے، وہ پرائیویٹ نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کوئی ادارہ ایسا نہیں ہوتا جس کو'' پبلک ویو'' نہ کہا جا سکے، سوائے یہ کہ کسی خفیہ سرنگ میں واقع ہو۔ اس کے علاوہ قرآن کریم کی تحریف یا قادیانیوں کا اپنے آپ کو بطورِ مسلمان ظاہر کرتے ہوئے اپنے مذہب کا پرچار قانوناً جرم ہے اور ہر وہ کام جو آئین وقانون کی رُو سے ممنوع ہے، مثلاً: منشیات بیچنا یا ذخیرہ کرنا، ملک کے خلاف سازش کرنا، کسی کے قتل، اِغوا برائے تاوان یا ڈکیتی کی منصوبہ بندی کرنا یا دہشت گردی کا منصوبہ بنانا، یہ سب کام نجی ادارے اور گھر کی خلوت میں بھی منع ہیں، تو قادیانیت کی تبلیغ جو عام جگہ میں یا عوام کے سامنے قانوناً ممنوع ہے، اس کے لیے عوام کو کسی چاردیواری یا نجی گھر میں جمع کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے۔ الغرض نظر ثانی فیصلے کے

پیرا گراف نمبر 42 کا آخری حصہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298C سے صراحتاً متصادم تھا اور وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے (PLD 1985 FSC 8) کے بھی خلاف تھا، جبکہ سپریم کورٹ نے خود تسلیم کیا کہ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلوں کی پابندی سپریم کورٹ پر لازم ہے۔ مبارک ثانی کیس میں نظرثانی فیصلے کے ڈھانچے کی بنیاد پچھلے عدالتی فیصلوں پر رکھی گئی، لیکن ان فیصلوں کی عبارت کو سیاق و سباق سے کاٹ کر پیش کیا گیا ہے۔ ماضی قریب میں علماء کی جانب سے طاہر نقاش کیس پر کم توجہ دی گئی۔ قادیانیوں اور ان کے حامی حلقوں کی ایک حکمت عملی یہ لگتی ہے کہ اصل قانون میں تبدیلی نہ ہو سکے تو رفتہ رفتہ مختلف مقدمات میں عدالتی ریلیف حاصل ہونے پر، وہی فیصلے آئندہ مقدمات کے لیے نظیر بن سکتے ہیں۔ نظرثانی کے موجودہ فیصلہ سے قبل یہ خدشہ تھا کہ قادیانی ان فیصلوں میں دی گئی نجی پروگراموں کی اجازت کی آڑ لے کر علانیہ سرگرمیاں شروع کر دیتے کیونکہ جب ایک بار نجی پروگراموں کے حوالے سے ان کو گنجائش مل جاتی تو یہ امر ہمیشہ متنازعہ رہتا کہ کون سی سرگرمی عوامی ہے اور کون سی نجی ہے۔

پیرا گراف نمبر 47 میں فتح مکہ کے موقع پر عام معافی کا ذکر تو کیا گیا لیکن ابن خطل اور اس جیسے گستاخوں کو جنہیں کعبے کے پردے میں بھی چھپے ہوئے قتل کر دینے کا حکم دیا، یکسر نظرانداز کر دیا گیا۔

پیرا گراف نمبر 48 میں رحمت للعالمین ﷺ کے پیروکار ہونے کا تقاضا یہ بیان کیا گیا کہ ”مسلمان اپنے مخالفین سے بھی حسن سلوک کا رویہ رکھیں اور سوچیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کس کام میں ہے اور کیا ان کے اعمال سے رسول اللہ ﷺ خوش ہوں گے؟“ جبکہ اس بات کو مکمل نظرانداز کر دیا گیا کہ قرآن میں تحریف اور تنہائی میں توہین قرآن اور توہین رسالت ﷺ کی اجازت دینا کیا قرآن و سنت کی کسی نص یا اسلامی تاریخ کے کسی قاضی کے فیصلے سے ثابت ہے؟ نیز یہ کہ کیا اس سے پاکستان کی اعلیٰ عدلیہ اور ججز سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ خوش ہوں گے یا سخت ناراض؟ یقیناً قرآن ایسے فیصلوں کے خلاف قیامت کے دن حجت بنے گا۔

سپریم کورٹ کے اس غیر شرعی اور غیر آئینی فیصلہ کے خلاف دنیا بھر کے مسلمانوں میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی اور ہر جگہ اس کے خلاف احتجاج ہونے لگا۔ علمائے کرام نے اپنے بیانات میں کہا کہ ہم اس غیر آئینی اور غیر شرعی فیصلے کو مسترد کرتے ہیں اور حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ بنچ میں شامل تینوں ججوں کو فوری طور پر معزول کیا جائے۔ علماء کرام نے کہا کہ وہ تمام دینی جماعتوں کے ساتھ مل کر مشترکہ اور متفقہ لائحہ عمل کا اعلان کریں گے۔ انہوں نے کہا فیصلے سے قانون امتناع قادیانیت ((298/C کو ری رائٹ (Rewrite) کر دیا گیا ہے یعنی اس فیصلے نے مسلمانان پاکستان کو ستمبر 1974 سے پہلے والی پوزیشن پر لا کھڑا کیا ہے جس سے ملک میں بدامنی، فساد و انتشار اور انارکی پھیلے گی۔ علماء کرام نے کہا کہ لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کی بنیاد پر قائم ہونے والی نظریاتی مملکت کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیا گیا ہے، اگر حکومت نے قادیانیوں کو ان کی غیر قانونی سرگرمیوں سے نہ روکا تو ''تحریک ختم نبوت'' کو بپا ہونے سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ لہٰذا متنبہ کرتے ہیں کہ حکومت خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر اپنی ذمے داری کو پورا کرے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ختم نبوت ہمارے دین وایمان اور بنیادی عقیدے کا معاملہ ہے جس کی حفاظت کے لیے طویل دینی، سیاسی اور آئینی جدوجہد کی گئی۔ اس لیے اس حوالے سے کسی قسم کی مہم جوئی ہرگز کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور پاکستان میں قادیانیوں کی آئینی حیثیت کے حوالے سے کسی کو اگر کوئی غلط فہمی ہے تو وہ دور کر لی جائے۔ دریں اثنا حکومت پنجاب نے 25 جولائی 2024ء کو ایک نوٹیفکیشن کے ذریعے صوبہ بھر میں 3 دنوں (26 تا 28 جولائی 2024ء) کے لیے دفعہ 144 نافذ کر دی۔

دینی جماعتوں نے ملک بھر کی مساجد کے آئمہ وخطباء کے نام ہدایت جاری کی کہ جمعہ المبارک کے (26 جولائی 2024ء) اجتماعات میں اس فیصلہ کو موضوع بنائیں۔ تحفظ ختم نبوت اور رد قادیانیت کے حوالے سے خطاب کریں اور اس فیصلے کے اثرات ومضمرات سے قوم کو آگاہ کریں۔ ڈاکٹر محمد راغب حسین نعیمی (ناظم اعلیٰ جامعہ

نعیمیہ لاہور) نے بطور چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل کے جاندار کردار ادا کیا۔ تحریک لبیک پاکستان کے امیر حافظ سعد حسین رضوی نے لاہور میں احتجاجی ریلی سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سپریم کورٹ کے متنازع فیصلہ میں آئین وقانون کی غلط تشریح کی گئی۔ ہم ایسے فیصلے کو جوتے کی نوک پر رکھتے ہیں۔ حکومت پاکستان چیف جسٹس قاضی فائز عیسیٰ کے خلاف ریفرنس دائر کرے، ورنہ ہم سپریم کورٹ کا گھیراؤ کریں گے۔ تحریک لبیک پاکستان کے نائب امیر پیر ظہیر الحسن شاہ نے چیف جسٹس فائز عیسیٰ کو دھمکی بھی دی جس پر ان کے خلاف 28 جولائی 2024ء تھانہ قلعہ گجر سنگھ میں تعزیرات پاکستان کی سنگین دفعات کے تحت مقدمہ نمبر 2297/24 درج ہوا۔

متنازع فیصلے کے خلاف پورے ملک میں احتجاج اور مظاہروں پر سپریم کورٹ نے 26 جولائی 2024ء کو ایک پریس ریلیز جاری کیا جس میں دھمکی آمیز زبان استعمال کرتے ہوئے متنازع فیصلے سے اختلاف کو ''فساد'' قرار دیا۔ تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام نے اسے 'عذر گناہ بدتر از گناہ' کے مترادف قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ فساد نہیں ہے بلکہ ''ردالفساد'' ہے۔ تین ججوں کی رائے کروڑوں مسلمانوں کی اجماعی رائے کو غلط قرار نہیں دے سکتی کیونکہ یہ جذباتیت نہیں بلکہ ایمان اور عقیدے کا معاملہ ہے۔

ملک بھر کی وکلاء بار کونسلز نے اپنے اپنے اجلاس میں فیصلہ کی مذمت کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ اس متنازع فیصلہ کو فوراً واپس لیا جائے۔ سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن آف پاکستان نے فیصلہ پر تنقید کرتے ہوئے اپنے پریس بیان میں کہا کہ ہماری عدلیہ اور عدالتوں کو دین اسلام کے دیے گئے فریم ورک کے پیرامیٹرز کے اندر کام کرنا چاہیے۔ اس بات کا تذکرہ ضروری ہے کہ ہمارے دین اسلام کا اولین اور بنیادی اصول ہے کہ پوری کائنات کی حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور حضرت محمد ﷺ بلاشبہ اللہ کے آخری نبی ہیں۔ سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلہ کے مذکورہ پیراگراف نمبر 42 کا آخری حصہ جو قادیانیوں کو ان کی عبادت گاہوں یا جماعت خانوں میں تبلیغ کرنے کی اجازت دیتا ہے، نظر ثانی کی جائے اور انہیں اپنے گھروں، کمیونٹی سینٹرز یا عبادت

گاہوں میں کسی بھی طرح کی تبلیغ کی اجازت نہ دی جائے۔ قادیانی اپنے آپ کو مسلمان کے طور پر پیش کرتے ہیں، لہٰذا پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ B-298 اور C-298 ان کی عبادت گاہوں کے احاطے میں بھی لاگو ہوتی ہے۔

لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن نے اپنی قرارداد میں چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان سے مطالبہ کیا کہ ازخود نوٹس لیتے ہوئے فیصلے میں نجی اور عوامی سطح کی جو تفریق کی گئی ہے، اس کو فی الفور حذف کیا جائے اور تعزیرات پاکستان کی دفعات 298/B، 298/C و دیگر قوانین میں درج جرائم کا اطلاق چار دیواری کے اندر بھی قادیانی گروہوں پر یکساں لاگو ہوتا ہے اور کسی بھی قسم کی تفریق نہ ہے۔ لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتی ہے کہ قادیانی گروہوں کو آئین و قانون کا پابند بنایا جائے چونکہ قادیانی گروہ مسلمانوں کی کوئی بھی دینی اصطلاحات (شعائر اسلامی وغیرہ) استعمال نہیں کر سکتے لہٰذا ان کے عبادت گاہوں سے شعائر اسلامی محفوظ کیے جائیں اور ان کے غیر قانونی اجتماعات مثلاً (نماز جمعہ، نماز عیدین وغیرہ) پر فی الفور پابندی عائد کریں اور ان کی عبادت گاہوں کے باہر "غیر مسلم اقلیتی عبادت گاہ" کے بورڈ آویزاں کیے جائیں تاکہ ان کی شناخت واضح ہو سکے۔ اسی طرح اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان کے پانچوں وفاقوں نے اس فیصلہ پر شدید تنقید کرتے ہوئے اسے مسترد کیا۔

جناب میاں حسنین علی رامے ایڈووکیٹ ہائی کورٹ نے قاضی فائز عیسیٰ کے غیر آئینی اور غیر شرعی فیصلہ کے خلاف سپریم جوڈیشل کونسل میں درخواست دائر کی کہ انہوں نے مبارک ثانی کیس میں انتہائی جانبدارانہ موقف اور بدنیتی کے ساتھ اپنے حلف سے انحراف کرتے ہوئے متنازع فیصلہ دیا جس سے مسلمانوں میں شدید اضطراب پیدا ہوا اور قومی وحدت کو نقصان پہنچا، لہٰذا وہ عدالتی خیانت کے مرتکب ہوئے۔ اس درخواست میں استدعا کی گئی کہ معزز چیف جسٹس قاضی فائز عیسیٰ کو سخت مس کنڈکٹ کا مرتکب قرار دے کر جسٹس کے عہدہ سے ہٹا کر ان کے خلاف قانونی کارروائی کرنے

کے احکامات صادر فرمائے جائیں۔

30 جولائی کو قومی اسمبلی میں سپریم کورٹ کی جانب سے مبارک احمد ثانی نظر ثانی کیس میں دیے گئے فیصلے پر گرما گرم بحث ہوئی۔ کیس پر بحث کے دوران وفاقی وزیر قانون سینیٹر اعظم نذیر تارڑ نے کہا کہ ختم نبوت ہر مسلمان کے ایمان کا حصہ ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نبی پاک ﷺ کی ختم نبوت پر کامل ایمان رکھتے ہیں۔ ہماری رگوں میں دوڑنے والے خون کو آقا ﷺ کی حرمت سے حرارت ملتی ہے۔ عدلیہ کو صرف آئین کی تشریح کا اختیار ہے۔ آئین کی ہیئت تبدیل کرنے یا اسے دوبارہ لکھنے کا کوئی اختیار نہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کی حرمت پر آنچ آئے گی تو آواز بھی اٹھائیں گے اور ہاتھ بھی اٹھائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ تمام جماعتیں ساتھ بیٹھ جائیں، اس پر بات کر لیتے ہیں۔ پارلیمان میں ہر بات شریعت، آئین اور قانون کے مطابق ہونی چاہیے۔ معاملے کو کمیٹی میں بھیج دیں تاکہ ساری کمیٹی اس معاملے کو باریک بینی سے دیکھے۔ اس معاملے پر ہم سب کو ذمہ داری کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ مولانا عبدالغفور حیدری نے کہا کہ ختم نبوت کے معاملے پر ججز نے جو رائے دی ہے وہ شریعت، آئین اور قانون کے خلاف ہے۔ اگر چار دیواری میں کوئی جرم ہو رہا ہو تو اس کی سزا بھی زیادہ ہونی چاہیے کہ وہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو کر جرم کا ارتکاب کر رہا ہے۔ جج صاحبان بتائیں! انہیں آئین میں ترمیم کرنے کا اختیار کہاں سے ملا۔ میں جج صاحب کی ایسی رائے کو جوتے کی نوک پر رکھتا ہوں۔ صاحبزادہ حامد رضا نے کہا کہ ہر قسم کی پارٹی وابستگی سے بالاتر ہو کر ختم نبوت ہم سب کے ایمان کا حصہ ہے۔ اگر کوئی متنازع فعل کرے تو کیا اس کو اجازت دی جائے گی؟ علی محمد خان نے کہا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا اعزاز اس پارلیمنٹ کو حاصل ہے۔ اس ایوان نے یہ قرارداد منظور کی کہ نصاب میں جہاں بھی حضور نبی کریم ﷺ کا نام آئے گا، اس میں خاتم النبیین ﷺ لکھنا لازم ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد نبوت و رسالت کا باب بند ہو گیا۔ سپریم کورٹ سے مطالبہ کیا جانا چاہیے کہ فیصلے سے

ابہام پیدا ہوا ہے، وہ اپنی ذمہ داریاں پوری کرے، معاملہ کے لیے خصوصی پارلیمانی کمیٹی بنائی جائے۔ مسلم لیگ (ن) کے رکن حنیف عباسی نے کہا کہ حضور نبی اکرم ﷺ پر ہماری جان، مال اور ناموس قربان ہوگی تو ایک مسلمان کا ایمان مکمل ہوتا ہے۔ 298 سی کے تحت قادیانی اپنے مذہب کا پرچار نہیں کر سکتے، اس پر تین سال قید کی سزا ہے۔ فیصلے پر نظر ثانی کے لیے درخواست دی جائے۔ انہوں نے کہا کہ اس متنازع فیصلے پر فی الفور پارلیمانی کمیٹی بنائیں اور علما کرام کو بلائیں۔ اس کا فوری حل نکالنا ضروری ہے کیونکہ لوگوں کے دل دکھے ہوئے ہیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے رکن قومی اسمبلی عبدالقادر پٹیل نے کہا اس مقدس ایوان کا قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا فیصلہ تاریخی ہے۔ ہم سب کا ایمان ہے کہ حضور نبی ﷺ آخری نبی ہیں۔ کیا آئین کو ری رائٹ کرنا آرٹیکل 6 کے زمرے میں نہیں آتا؟ اگر کسی کو خود سے سزا دینے کا حق نہیں ہے تو پھر کسی کو اپنی مرضی کے فیصلے کرنے کا بھی حق نہیں ہے۔ جج صاحب کے ایسے فیصلے کو میں جوتے کی نوک پر رکھتا ہوں۔ فیصلہ دینے والوں (یعنی ججز) کی سزا تجویز کی جائے۔ فیصلہ دینے والوں کی سزا کے تعین کے بارے کمیٹی بنائی جائے۔ انہوں نے کہا کہ اصل فتنہ اور فساد فی الارض کرنے والے خود جج صاحبان ہیں جو آئین شریعت کے خلاف فیصلہ صادر کرتے ہیں۔ ہمارے ایمان پر حملہ مت کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ انسانی حقوق کے نام پر مغرب سے یہ فتنہ پھیلایا جاتا ہے، یہ قادیانی مرتد وہاں جا کر کہتے ہیں کہ پاکستان میں ہم پر بہت ظلم ہو رہا ہے، یہ ہمارا ٹائٹل (شعائر اسلامی) استعمال کرتے ہیں۔ سپیکر قومی اسمبلی سردار ایاز صادق نے ریمارکس دیئے کہ حضور نبی پاک ﷺ کی حرمت اور ختم نبوت کے حوالے سے کوئی دو رائے ہے ہی نہیں، ہم دل و جان سے حضور خاتم النبیین ﷺ کی عزت و توقیر چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آقا کریم ﷺ کی حرمت کے حوالے سے ہم سب کے جذبات یکساں ہیں۔ آقا کریم ﷺ کی حرمت میں تحریف یا کمی کا سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ بعد ازاں اسپیکر نے فیصلے کے حوالے سے معاملہ قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی برائے قانون و انصاف

کے سپرد کرتے ہوئے ہدایت کی کہ اس معاملے پر فوری طور پر اجلاس کا نوٹس جاری کیا جائے اور تواتر سے اجلاس منعقد کر کے رپورٹ مرتب کر کے ایوان کو بتایا جائے۔

19 اگست 2024ء کو آزاد جموں کشمیر اسمبلی نے سردار محمد جاوید ایوب (وزیر وائلڈ لائف، فشریز اینڈ ترقیاتی ادارہ) کی طرف سے پیش کردہ ''قرارداد ختم نبوت'' منظور کی جس میں سپریم کورٹ آف پاکستان کے متنازع فیصلہ پر کڑی تنقید کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ پارلیمنٹ دستور پاکستان کے تحت اپنے اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے اس فیصلہ کو منسوخ کرے۔ یاد رہے کہ اسی طرح کی قرارداد صوبائی اسمبلی پنجاب نے یکم اگست کو منظور کی تھی۔

سپریم کورٹ کے ختم نبوت پر حالیہ متنازع فیصلوں نے پاکستان کے طول وعرض میں ایک ہیجانی کیفیت بپا کر رکھی تھی۔ اسلامیانِ پاکستان مسلکی اختلافات سے بالاتر ہو کر فتنہ قادیان کی بیخ کنی کے لیے میدانِ عمل میں موجود رہے۔ ان سب کا کردار اپنی اپنی جگہ پر لائق تحسین بھی ہے اور قابلِ تقلید بھی۔

22 اگست 2024ء کو سپریم کورٹ آف پاکستان کے چیف جسٹس جناب قاضی فائز عیسیٰ کی سربراہی میں جناب جسٹس امین الدین خاں اور جناب جسٹس نعیم اختر افغان پر مشتمل تین رکنی بنچ نے مبارک ثانی کیس پر نظر ثانی کرنے کے بعد وفاق پاکستان اور پراسیکیوٹر جنرل پنجاب کی جانب سے دائر کی گئی (سپریم کورٹ کے فیصلہ 6 فروری اور 24 جولائی 2024ء کی) درستی کے لیے فوجداری متفرق درخواست نمبر 1113/2024 پر سماعت کی۔ وفاق پاکستان کی طرف سے جناب منصور عثمان اعوان اٹارنی جنرل آف پاکستان، ملک جاوید اقبال ایڈیشنل اٹارنی جنرل آف پاکستان اور حکومت پنجاب کی طرف سے احمد رضا گیلانی ایڈیشنل پراسیکیوٹر جنرل پنجاب پیش ہوئے۔ اس موقع پر عدالت میں جمعیت علمائے اسلام کے سربراہ مولانا فضل الرحمن، مولانا مفتی شیر محمد خاں صاحب (رئیس دارالافتاء، دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف)، مولانا محمد طیب قریشی صاحب (چیف خطیب خیبر پختون خواہ)، صاحبزادہ ابوالخیر محمد

زبیر صاحب (صدر ملی یکجہتی کونسل) اور مولانا ڈاکٹر عطا الرحمن صاحب (جامع اسلامیہ تفہیم القرآن مردان) نے ذاتی طور پر پیش ہو کر دلائل دیے۔ نوٹس کے باوجود جناب مولانا مفتی منیب الرحمن، حافظ نعیم الرحمن، پروفیسر ساجد میر اور مولانا اعجاز مصطفی پیش نہ ہوئے۔ تاہم ان کی نمائندگی بالترتیب مفتی سید حبیب الرحمن شاہ، ڈاکٹر فرید احمد پراچہ، حافظ احسان احمد ایڈووکیٹ اور مفتی عبدالرشید نے کی اور دلائل دیے۔ اس کے علاوہ ترکیہ سے مولانا مفتی محمد تقی عثمانی ویڈیو لنک پر دلائل دینے کے لیے پیش ہوئے۔ سماعت کے آغاز پر فاضل چیف جسٹس نے کہا کہ مبارک ثانی کیس کے دونوں فیصلوں (6 فروری اور 24 جولائی 2024ء) میں جو غلطیاں اور اعتراضات ہیں، علماء کرام ان کی نشاندہی کریں۔ اگر ہمیں کوئی بات سمجھ نہ آئی تو ہم آپ سے سوال کریں گے۔ جناب چیف جسٹس نے مزید کہا کہ پارلیمنٹ کی بات سر آنکھوں پر، غلطی کو انا کا مسئلہ نہیں بنانا چاہیے۔ ہم بھی انسان ہیں۔ غلطی ہو تو اصلاح بھی ہونی چاہیے۔ انسان اپنے قول و فعل سے پہچانا جاتا ہے۔

کیس کی سماعت شروع ہوئی تو اٹارنی جنرل جناب بیرسٹر منصور عثمان اعوان پیش ہوئے اور متفرق درخواست سے متعلق دلائل دیتے موقف اختیار کیا کہ نظر ثانی میں جب آپ نے فیصلہ دیا تو پارلیمنٹ اور علمائے کرام نے وفاقی حکومت سے رابطہ کر کے کہا کہ حکومت کے ذریعے سپریم کورٹ سے رجوع کیا جائے۔ اسپیکر قومی اسمبلی کی طرف سے خط ملا تھا اور وزیر اعظم کی جانب سے بھی ہدایات کی گئی تھیں، ظاہر ہے دوسری نظر ثانی تو نہیں ہو سکتی، اس لیے ضابطہ دیوانی کے تحت آپ کے سامنے آئے ہیں۔ عدالت کی جانب سے فریقین کو نوٹسز جاری کیے گئے تو فریقین عدالت میں اور ویڈیو لنک کے ذریعے پیش ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ ایک مذہبی معاملہ ہے، اس لیے اس اہم سماعت میں علمائے کرام کا موقف سنا جانا لازمی ہے۔ اس پر فاضل چیف جسٹس نے کہا کہ میں ہر نماز میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ مجھ سے کوئی غلط فیصلہ نہ کروائے۔

مولانا مفتی تقی عثمانی نے ترکیہ سے ویڈیو لنک کے ذریعے اپنے دلائل پیش کرتے

ہوئے عدالت کے 24 جولائی کے فیصلے کے متنازع پیراگراف نمبر 7 اور 42 کو حذف کرنے کی استدعا کی اور کہا کہ پیراگراف نمبر 42 میں قادیانیوں کے لیے تبلیغ کا لفظ استعمال کیا گیا یعنی انہیں اپنے مذہب کی تشہیر واشاعت کی غیر مشروط اجازت دے دی گئی ہے۔ اس پر فاضل چیف جسٹس نے تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298 سی پڑھ کر سنائی جس کے مطابق کسی بھی قادیانی کو خود کو مسلمان ظاہر کر کے تبلیغ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ قادیانی اقلیت ہیں اور خود کو غیر مسلم تسلیم نہیں کرتے۔ ہمارا ملک ایک اسلامی ریاست ہے اس لیے عدالتی فیصلوں میں قرآن وحدیث کے حوالے دیتے رہتے ہیں، تاہم میں بھی غلطیوں سے بالاتر نہیں ہوں، جس پر مفتی تقی عثمانی صاحب نے کہا کہ جب کوئی اس نوعیت کا معاملہ ہو تو لمبے لمبے فیصلے بھی لکھنا پڑتے ہیں جس پر چیف جسٹس نے کہا کہ 6 فروری کا فیصلہ نظر ثانی کے بعد پیچھے رہ گیا ہے، اب ہمیں آگے کی جانب دیکھنا چاہیے۔ انہوں نے استفسار کیا کہ نظر ثانی فیصلے میں بتائیں کون سے پیراگراف غلط ہیں؟ مفتی تقی عثمانی صاحب نے جواب دیا کہ آپ فیصلے میں طے شدہ مسائل سے زیادہ دوسرے مسئلے کو وقت دیتے ہیں، اسی کے ساتھ مفتی تقی عثمانی نے پیراگراف نمبر 7 اور 42 میں غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے فیصلے میں لکھا کہ احمدی/ قادیانی نجی تعلیمی ادارے میں تعلیم دے رہا تھا، تاثر مل رہا ہے کہ وہ نجی تعلیمی اداروں میں تعلیم دے سکتے ہیں۔ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298 سی کے مطابق غیر مسلم کو مسلمان ظاہر کرتے ہوئے تبلیغ کی اجازت نہیں، قادیانی اقلیت میں ہیں، لیکن خود کو غیر مسلم تسلیم نہیں کرتے۔ اس پر چیف جسٹس نے کہا کہ تقی عثمانی صاحب میں معذرت چاہتا ہوں، وضاحت کرنا چاہتا ہوں جنہیں نوٹس کیا تھا، ان کی جانب سے ہمیں بہت ساری دستاویزات ملی، اگر ان سب کا بغور جائزہ لیتے تو شاید فیصلے کی پوری کتاب بن جاتی۔ میں ان تمام دستاویزات کو دیکھ نہیں سکا، وہ میری کوتاہی ہے۔ بعد ازاں مولانا فضل الرحمٰن نے دلائل کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ قادیانی پوری امت مسلمہ کو غیر مسلم کہتے ہیں۔ مرزا غلام قادیانی کہتا تھا جو اس پر ایمان نہ لائے وہ غیر مسلم ہے، یہ تو کہا

جاتا ہے کہ ہم انہیں غیر مسلم کہتے ہیں لیکن جو وہ کہتے ہیں، اس پر بات نہیں ہوتی۔ قادیانی مرتد ہیں تو ہم نے انہیں غیر مسلم کا نام کیوں دیا، یہ سوال بھی ہے؟ ہم پاکستان میں غیر مسلوں کے لیے کوئی مسئلہ پیدا نہیں کرنا چاہتے۔ کیس کو کسی منطقی نتیجے تک پہنچائیں۔ صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر نے کہا کہ نظر ثانی فیصلے کا پیراگراف نمبر 42 حذف کیا جائے۔ حافظ احسان کھوکھر نے موقف اختیار کیا کہ عدالت مختلف پیراگراف حذف کرنے کے بجائے نیا فیصلہ ہی قلمبند کر لے۔ دوران سماعت جناب تیمور ملک ایڈووکیٹ عدالت میں پیش ہوئے اور کہا کہ میری نظر ثانی درخواست کافی دنوں سے زیر التواء ہے، میری درخواست کو چھوڑ کر حکومت کی درخواست مقرر کر دی گئی ہے، سپریم کورٹ میرے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کر رہی ہے جس پر عدالت کا ماحول خاصا تلخ ہو گیا۔ مفتی شیر محمد صاحب کے دلائل کے دوران چیف جسٹس نے کہا کہ نوجوان وکلا، علماء کرام کو سنیں، ہم بھی تحمل سے سن رہے ہیں۔ مفتی طیب قریشی نے اپنے دلائل میں کہا کہ مجھ سے پہلے جن علما نے رائے دی ہے، میں ان سے متفق ہوں، قادیانیوں نے اپنی تفسیر صغیر مسلمانوں کی طرز پر شائع کی ہے، اسی بناء پر عام مسلمان اپنی اور قادیانیوں کی تفسیر میں تفریق نہیں کر پاتا ہے، عدالت سے ہاتھ باندھ کر استدعا کر رہا ہوں کہ مسلمان بہت مضطرب ہیں، انہیں تسلی دیں، جو تجاویز علما کرام نے دی ہیں، ان پر مکمل عملدرآمد کیا جائے۔ ڈاکٹر فرید پراچہ نے اپنے دلائل میں کہا کہ یہ صرف مبارک ثانی کیس کا معاملہ نہیں بلکہ سو سالہ جہد وجہد اور تاریخ کا معاملہ ہے۔ انہوں نے عدالت سے اپنے فیصلے کے پیراگراف نمبر 37، 38، 39، 40 اور 49 سی کا بھی دوبارہ جائزہ لینے کی استدعا کی۔ ڈاکٹر عطاالرحمن نے کہا کہ عدالت اِس کیس میں اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو مدنظر رکھے۔ ہمیں امید ہے کہ یہ آخری موقع ہوگا اور ایک مناسب اور غیر مبہم فیصلہ آئے گا۔ اس پر چیف جسٹس نے کہا کہ قادیانیوں کو آئین اور قانون کے مطابق حقوق دو صورتوں میں ملیں گے؟ یا تو وہ خود کو غیر مسلم تسلیم کر لیں یا پھر عقیدہ ختم نبوت کو مان لیں؟ ڈاکٹر عطاالرحمن نے کہا کہ آئین میں واضح الفاظ میں درج ہے کہ پاکستان میں قرآن اور سنت کے

برعکس کوئی قانون نہیں بن سکتا۔

تفصیلی دلائل سننے کے بعد وفاق کی درخواست منظور کرتے ہوئے عدالت نے اپنے سابق فیصلہ جات 6 فروری 2024ء اور 24 جولائی 2024ء میں تصحیح کرتے ہوئے معترضہ پیراگرافس حذف کرنے کا حکم سنایا اور مزید کہا کہ ان حذف شدہ پیراگرافس کو نظیر کے طور پر کسی بھی عدالت میں پیش/ استعمال نہیں کیا جاسکے گا۔ ٹرائل کورٹ ان پیراگرافس سے متاثر ہوئے بغیر مذکورہ مقدمے کا فیصلہ قانون کے مطابق کرے۔ مزید کہا کہ اس مختصر حکم نامے کی تفصیلی وجوہات بعد میں جاری کی جائیں گی۔

....

10 اکتوبر 2024ء کو سپریم کورٹ آف پاکستان نے مبارک ثانی کیس کا تفصیلی فیصلہ جاری کیا۔ فیصلے کے پیراگراف نمبر 6 میں کہا گیا کہ جب یہ مقدمہ پہلے سنا گیا تو ہمیں تفسیر صغیر اور اس کے مصنف کے بارے میں علم نہ تھا، اس لیے فیصلے میں نمایاں غلطیاں ہوئیں۔ فیصلے کے پیراگراف نمبر 8 میں کہا گیا کہ مرزا قادیانی نے انبیاء کرام، بالخصوص حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ محترمہ حضرت مریم علیہا السلام کے متعلق بہت ہی غیر مناسب باتیں لکھی ہیں۔ ہم ان کلمات کو اپنے فیصلے میں لکھنا مناسب نہیں سمجھتے کیونکہ اس طرح نا صرف اس کی بلاوجہ تشہیر ہوگی جو کہ نا صرف مسلمانوں کے لیے بلکہ مسیحی برادری کے لیے بھی دل آزاری کا باعث ہوگی۔ فیصلے کے پیراگراف نمبر 9 میں کہا گیا کہ تفسیر صغیر کے کئی مقامات پر حضرت محمد ﷺ کے بعد نبوت کا سلسلہ جاری رہنے کا دعوی کیا گیا ہے۔ فیصلے کے پیراگراف نمبر 10 میں کہا گیا کہ اسلام کا ایک بنیادی اصول ہے کہ مسلمان وہی ہوسکتا ہے جو قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کی آخری نازل کی ہوئی کتاب اور حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا آخری رسول اور نبی مانتا ہو اور آپ ﷺ کے بعد سلسلہ وحی کے انقطاع پر ایمان رکھتا ہو۔ فیصلے کے پیراگراف نمبر 16 میں لکھا گیا کہ آئین کی دفعہ 20 میں مذہبی آزادی کے حق کو ''قانون، اخلاق اور امن عامہ کے طابع'' کیا گیا ہے اور مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295۔اے نے

مذہبی جذبات مجروح کرنے اور مقدسات کی توہین کو قابل سزا جرم قرار دیا ہے۔ چنانچہ آزادی رائے کے نام پر کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ کسی اور کی تضحیک کرے یا اس کے مذہبی جذبات کو مجروح کرے۔ حقوق انسانی کا بین الاقوامی قانون بھی اس کی ممانعت کرتا ہے اور اقوام متحدہ کے سیاسی و شہری حقوق کے بین الاقوامی میثاق 1966ء میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔ اسی طرح کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو کسی ایسے مذہب کا پیروکار ظاہر کرے جس کے بنیادی عقیدے سے ہی وہ انکاری ہو۔ لہٰذا قادیانیوں کا اپنے آپ کو 'مسلمان' یا 'احمدی مسلمان' کہلانا درست نہیں ہے۔ فیصلے کے پیراگراف نمبر 20 میں لکھا گیا کہ وفاقی شرعی عدالت نے مقدمہ بعنوان 'مجیب الرحمن بنام حکومت پاکستان' (PLD 1985 Federal Shariat Court 8) میں تفصیلی بحث کے بعد یہ فیصلہ دیا کہ مجموعہ تعزیرات کی دفعات 298/B اور 298/C قرآن وسنت میں مذکور اسلامی احکام سے متصادم نہیں ہیں اور سپریم کورٹ نے مقدمہ بعنوان 'ظہیر الدین بنام ریاست' کے فیصلے (1993 SCMR 1718) میں قرار دیا کہ مذکورہ دفعات اور شقوں میں کوئی بھی آئین میں مذکور بنیادی حقوق سے متصادم نہیں ہے۔ سپریم کورٹ نے یہ بھی واضح کیا کہ مذکورہ دفعات میں قادیانیوں کو جن اصطلاحات اور تراکیب کے استعمال سے روکا گیا ہے، ان کا دین اسلام میں مخصوص مفہوم ہے اور جو لوگ مسلمان نہیں ہیں، وہ اپنے مذہبی امور میں ان کے استعمال سے مسلمانوں کو دھوکے میں ڈال سکتے ہیں جس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ پیراگراف نمبر 23 میں لکھا گیا کہ عدالتِ ہذا، وفاق اور حکومتِ پنجاب کی جانب سے دائر کی گئی تصحیح کی درخواست، جس کی تائید علمائے کرام نے بھی کی، منظور کرتے ہوئے قرار دیتی ہے کہ:

الف: حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان اس امر کے ساتھ مشروط ہے کہ آپ ﷺ کو خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین مانا جائے۔

(: اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی دفعہ 260(3) میں بھی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط ایمان کو 'مسلمان' کی تعریف کا لازمی جزو قرار دیا گیا ہے

اور اس سلسلے میں کوئی اور تاویل یا توجیہ قابلِ قبول نہیں ہے۔ جس طرح دنیا کے ہر ملک و ریاست کے ہر پابندِ آئین و قانون شہری پر لازم ہے کہ وہ اپنے اس ملک کے آئین و قانون کو لفظاً و معناً تسلیم کرے اور آئین، 'اُم القوانین' ہوتا ہے، اس لیے قادیانیوں پر بھی لازم ہے کہ وہ آئین میں طے شدہ اپنی آئینی حیثیت کو تسلیم کریں، تو اس کے دائرکار میں رہتے ہوئے ان کے حقوق کا تعین بھی ہو سکے گا اور تحفظ بھی ہو سکے گا۔

ج: خود کو احمدی/ قادیانی کہلانے والوں کے مذہبی حقوق کے مسئلے پر 'مجیب الرحمان بنام حکومت پاکستان' کے مقدمے میں وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے اور 'ظہیر الدین بنام ریاست' کے مقدمے میں سپریم کورٹ کے فیصلے کو لازمی نظیروں کی حیثیت حاصل ہے اور 'امتناع قادیانیت آرڈی نینس' اسلامی جمہوریہ پاکستان کا ایک مسلمہ اور نافذ العمل قانون ہے۔

د: غلطیوں کی تصحیح کے بعد موجودہ فیصلے نے حکم نامہ مورخہ 6 فروری 2024ء اور حکم نامہ 24 جولائی 2024ء کی جگہ لے لی ہے اور اب یہ اس مقدمے کا حتمی اور قطعی فیصلہ ہے۔ البتہ حکم نامہ مورخہ 6 فروری 2024ء صرف ضمانت کی حد تک موثر رہے گا اور ملزم کے خلاف جن دفعات کے تحت مقدمہ دائر کیا گیا تھا، ٹرائل کورٹ ہمارے 6 فروری 2024 اور 24 جولائی 2024 کے فیصلوں سے (جواب کالعدم ہیں) کسی طرح متاثر ہوئے بغیر مقدمے کی کارروائی جاری رکھے اور تمام حالات مقدمہ کو سامنے رکھتے ہوئے اس بات کا فیصلہ کرے کہ ملزم پر ان دفعات کے تحت جرم بنتا ہے یا نہیں؟''

یہ بات خوش آئند ہے کہ جناب چیف جسٹس نے ضد، ہٹ دھرمی یا انا پر ڈٹے رہنے کے بجائے نہایت اعلیٰ ظرفی اور بصیرت افروزی کا مظاہرہ کیا اور اپنے فیصلہ پر رجوع کرتے ہوئے جید علماء کرام سے راہنمائی حاصل کی اور اس میں ہونے والی سنگین غلطیوں کا ازالہ کیا۔ اس سے نہ کسی کی سبکی ہوئی، نہ کسی نے گھٹنے ٹیکے بلکہ آئین و

قانون کی فتح ہوئی۔ پارلیمنٹ کی مشترکہ قرارداد، تمام علماء کا متفقہ موقف اور بار کونسلز کی قراردادوں کے احترام میں اگر سپریم کورٹ نے اپنا فیصلہ درست کیا ہے تو اس بات کو سپورٹ کرنا چاہیے۔ معاشرے اسی طرح پنپتے اور زندہ رہتے ہیں۔ اس فیصلے کو اسلامی نظریاتی کونسل سمیت تمام مذہبی جماعتوں اور علمائے کرام نے سراہا اور اطمینان وخوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ عدالت نے مذہبی حساسیت کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت خوش آئند فیصلہ کیا ہے۔

ختم نبوت کے معاملے پر کامیابی کے لیے اتحاد واتفاق کی اشد ضرورت ہے۔ مبارک ثانی یا اسی طرح کے مستقبل کے کسی بھی کیس کو 1974ء کے ختم نبوت کیس کی طرح ایک مشترکہ محاذ کے طور پر چلایا جانا چاہیے، تاکہ فرقہ واریت کی بجائے مشترکہ جدوجہد کے ذریعے مضبوط نتائج حاصل کیے جا سکیں۔ ایسے کسی بھی کیس کی کامیابی کے لیے اعلیٰ پائے کے وکلا کی ٹیم کی ضرورت ہے، جو مذہبی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ قانونی نکات کو بھی بخوبی سمجھیں۔ اس حوالہ سے آئندہ کسی مرحلہ میں بھی تکنیکی بنیادوں پر مضبوط دلائل اور معاونت کی ضرورت باقی رہے گی تاکہ قانونی میدان میں مضبوطی سے اپنے موقف کو پیش کیا جا سکے۔ نعروں کی بجائے تحریری اور منطقی دلائل پر توجہ دی جانی چاہیے۔ سپریم کورٹ کا یہ فیصلہ پاکستان کی عدالتی تاریخ میں اہم تصور کیا جا سکتا ہے کیونکہ اس میں اسلامی اصولوں اور معاشرتی حساسیت کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ چیف جسٹس جناب قاضی فائز عیسیٰ نے دینی راہنماؤں کے زبانی وتحریری دلائل کو تسلیم کرتے ہوئے اپنے سابقہ متنازع فیصلے کالعدم قرار دیئے جو کہ عدالت کی جانب سے لچک اور عدلیہ کی جانب سے عوامی احساسات کا احترام کرنے کی بہترین مثال ہے۔ اس فیصلے میں عدالت نے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے عدالتی نظام میں مذہبی راہنماؤں کے کردار کو تسلیم کیا اور انہیں فیصلے میں اصلاحات کے لیے سنا، جس سے مذہبی طبقے اور عدلیہ کے مابین ہم آہنگی میں اضافہ ہوا۔ اس فیصلے سے یہ تاثر ملتا ہے کہ عدلیہ عوامی توقعات اور دینی اصولوں کو بھی نظرانداز نہیں کرتی اور اگر کسی فیصلے میں غیر اسلامی آمیزش محسوس ہو تو

اسے درست کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اس فیصلہ سے منکرین ختم نبوت اور ان کے سہولت کاروں کے مذموم عزائم خاک میں مل گئے۔ وہ ناکام و نامراد اور خائب و خاسر ہوئے۔ (الحمدللہ) قادیانی آقاؤں کے راتب پر پلنے والے سیکولر اور بے دین فارن فنڈڈ اینکرز اور یوٹیوبرز نے اس فیصلہ پر کڑی تنقید کر کے اپنے خبث باطن کا خوب اظہار کیا۔ یاد رہے کہ یہ وہی ملعون گروہ ہے جو ہر وقت پاکستان میں آئین میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے اور قانون تحفظ ناموس رسالت ﷺ کی مخالفت میں پیش پیش رہتا ہے۔ امریکی ڈالروں اور ویزوں سے ''فیض یاب'' ہونیوالے یہ سیکولر، دہریے، بے دین اور مذہب بیزار آئے روز اپنے کالموں اور پروگراموں کے ذریعے معاشرے میں فکری انتشار، علمی کثافت اور ذہنی ژولیدگی پھیلاتے رہتے ہیں۔ اسلام اور پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کے خلاف ان کے زہریلے تجزیے ان کے باؤلے پن اور گندی ذہنیت کا بین ثبوت ہیں۔ وہ پاکستان کے ساتھ لفظ ''اسلامی جمہوریہ'' سے شدید چڑ کھاتے ہیں۔ بے غیرت بریگیڈ کا یہ ہراول دستہ ہر متفقہ اور اجماعی مسئلہ میں شکوک و شبہات اور غلط فہمیاں پیدا کرتا ہے۔ انجمن غلامانِ امریکہ کے ان عہدیداروں کا کہنا ہے کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے اس دور میں اللہ اکبر کا نعرہ اپنی حیثیت کھو چکا ہے۔ (نعوذ باللہ) اب یہ گروہ ایک نئے مطالبہ کے ساتھ میدان میں آیا ہے کہ پاکستان کے صدر اور وزیر اعظم کے عہدہ کے لیے 'مسلمان' ہونے کی شرط ختم کی جائے۔ یہ مطالبہ کس قدر لغو اور مضحکہ خیز ہے، اس پر تفصیلی بحث پھر کبھی سہی۔ بہر حال اس پر معروف کالم نگار جناب محمد آصف محمود کا فکر انگیز تبصرہ ملاحظہ کیجئے۔ ''برطانیہ کا سربراہ ریاست سیکولر نہیں ہوتا، عیسائی ہوتا ہے۔ صرف عیسائی ہونا کافی نہیں، اس کے لیے یہ بھی لازم ہے کہ اس کا تعلق عیسائیوں کے پروٹسٹنٹ فرقے سے ہو۔ وہ اگر کیتھولک ہے یا اس نے کسی کیتھولک سے شادی کر رکھی ہے تو وہ اس منصب کے لیے نااہل ہے۔ یہ بھی کافی نہیں بلکہ وہ سرکاری طور پر چرچ آف انگلینڈ کا سربراہ بھی ہوتا ہے۔ یہ بھی کافی نہیں بلکہ وہ سرکاری طور پر عیسائیت کا خادم اور محافظ بھی ہوتا ہے۔ اس

کے پاس جو چیچ ہوتا ہے، اس میں یروشلم سے منگوایا ہوا مقدس تیل ڈالا جاتا ہے جوان کے صلیبی بیانیے کا مرکز ومحور ہے۔ اس کے Orb پر صلیب بنی ہوتی ہے جو اس بات کا اعلان ہے کہ اسے اقتدار اللہ نے دیا ہے۔ اور یہ زمین پر اللہ کے اقتدار کی نشانی ہے۔ برطانیہ کے ہاؤس آف کامنز کی دستاویزات کے مطابق بادشاہ کی تاج پوشی کی رسم اپنی روح میں سیاست یا اقتدار سے نہیں، عیسائیت سے جڑی ہے اور اسے عبادت ہی تصور کیا جاتا ہے۔ یہ دستاویز بتاتی ہے کہ اس تقریب کے منتظمین میں چرچ آف انگلینڈ بھی شامل ہے۔ بشپ آف کنٹر بری کو اس میں مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ بادشاہ سے حلف وہی لیتے ہیں۔ برطانیہ اس سب کے باوجود جمہوریت بی بی کی اماں جی ہے، اس پر کوئی سوال نہیں اٹھتا، وہ نہ انتہا پسند ہے نہ بنیاد پرست، لیکن پاکستان میں سربراہ ریاست کے لیے صرف مسلمان ہونے کی شرط پر یہاں لوگوں کے مزاج برہم ہو جاتے ہیں۔ وہاں تاج پوشی کی رسم اصل میں عیسائی عبادت ہے اور اس پر کوئی بدمزہ نہیں ہوتا۔ یہاں ہمارے ہاں مذہب کا نام لے لیا جائے تو سینہ کوبی شروع ہو جاتی ہے کہ ہائے اب ہمارے سافٹ امیج کا کیا بنے گا؟''

(اس مضمون کی تیاری کے سلسلہ میں مبارک ثانی کیس میں اسلامی نظریاتی کونسل، مختلف دینی اداروں، جید علماء کرام اور وکلاء حضرات کی طرف سے سپریم کورٹ میں جمع کروائے گئے زبانی وتحریری بیانات سے بھی استفادہ کیا گیا۔)

✿...✿...✿

سپریم کورٹ آف پاکستان (حتمی فیصلہ)

موجودہ

جسٹس قاضی فائز عیسیٰ چیف جسٹس

جسٹس امین الدین خان

جسٹس نعیم اختر افغان

مجرمانہ متفرق درخواست نمبر 1113 برائے 2024

[فیصلے میں تصحیح کے لیے مورخہ 24-7-2024]

کرمنل ریویو پٹیشن نمبر 2۔2024 میں

فیڈریشن آف پاکستان اور پراسیکیوٹر جنرل، پنجاب ......درخواست دہندگان

بمقابلہ

مبارک احمد ثانی ودیگر ...... جواب دہندگان

بابت درخواست دہندگان:

جناب منصور عثمان اعوان، اٹارنی جنرل پاکستان

ملک جاوید اقبال، ایڈیشنل اٹارنی جنرل پاکستان

جناب احمد رضا گیلانی، ایڈیشنل پراسیکیوٹر جنرل، پنجاب

بابت جواب دہندگان:

عدالتی نوٹس پر

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب بذات خود (ترکی سے ویڈیو لنک کے ذریعے)

مولانا فضل الرحمٰن، بذات خود
مفتی شیر محمد خان، بذات خود
مولانا طیب قریشی صاحب، بذات خود
سید جواد علی نقوی، بذات خود (لاہور سے ویڈیو لنک کے ذریعے)
صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر، بذات خود
ڈاکٹر فرید احمد پراچہ (حافظ نعیم الرحمن کی جانب سے)
مولانا ڈاکٹر عطاء الرحمن، بذات خود
مفتی سید حبیب الحق شاہ (مفتی منیب الرحمٰن کی جانب سے)
حافظ احسان احمد، اے ایس سی (پروفیسر ساجد میر کی جانب سے)
مفتی عبدالرشید، (مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ کی جانب سے)
سماعت کی تاریخ: ۲۲ راگست ۲۰۲۴ء

فیصلہ

ا...... وفاق پاکستان اور حکومت پنجاب کی جانب سے فوجداری متفرق درخواست نمبر ۱۱۱۳، بابت ۲۰۲۴ء دائر کی گئی، جس میں کہا گیا ہے کہ حکم نامہ مورخہ ۲۴ جولائی ۲۰۲۴ء میں غلطیاں ہیں جن کی تصحیح کی ضرورت ہے۔ یہ درخواست مجموعہ ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸ء کی دفعہ ۵۶۱ راے مع سپریم کورٹ رولز ۱۹۸۰ء کے آرڈر XXXIII کے رول ۶ و مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء کی دفعات ۱۵۲، ۱۵۳ کے تحت دی گئی ہے۔ ہم ابتدا میں ہی یہ واضح کرتے ہیں کہ اس عدالت کے پاس ''دوسری نظر ثانی'' کا اختیار نہیں ہے، اس لیے یہ تصور نہ کیا جائے کہ اب جو فیصلہ جاری کیا جا رہا ہے یہ دوسری نظر ثانی ہے۔ یہ وضاحت بھی کی جاتی ہے کہ یہ فیصلہ تصحیح کے لیے دی گئی درخواست پر دیا جا رہا ہے، اور اب غلطیوں کی تصحیح کے بعد اس کو عدالت کا فیصلہ تصور کیا

جائے گا، اور اس کے بعد حکم نامہ مؤرخہ ۶ فروری ۲۰۲۴ء اور نظر ثانی فیصلے مورخہ ۲۴ جولائی ۲۰۲۴ء کی کوئی قانونی حیثیت نہیں رہتی اور اسے واپس لیا جاتا ہے۔

۲...... درخواست میں درج ذیل علمائے کرام کو سننے کی بھی استدعا کی گئی تھی۔ تو ان علمائے کرام کو نوٹس دیا گیا:

مفتی محمد تقی عثمانی، جامعہ دار العلوم کراچی

مفتی منیب الرحمٰن، دار العلوم نعیمیہ کراچی

مولانا زاہد الراشدی، گوجرانوالہ

مفتی شیر محمد خان، بھیرہ

مولانا فضل الرحمٰن، صدر جمعیت علمائے اسلام

حافظ نعیم الرحمٰن، امیر جماعت اسلامی

پروفیسر ساجد میر، امیر جمعیت اہل حدیث پاکستان

مولانا انوار الحق، دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مولانا طیب قریشی، چیف خطیب خیبر پختونخوا، امام مسجد مہابت خان پشاور

سید جواد علی نقوی، جامعہ العروۃ الوثقیٰ لاہور

مولانا ڈاکٹر عطاء الرحمٰن، جماعت اسلامی

صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر، ملی یکجہتی کونسل

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ، امیر مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی

۳...... مفتی محمد تقی عثمانی نے ترکیہ سے، جبکہ محترم سید جواد علی نقوی نے لاہور سے وڈیو لنک پر دلائل دیئے، درج ذیل علمائے کرام نے عدالت کے سامنے بنفس نفیس دلائل پیش کیے:

مولانا فضل الرحمٰن، صدر جمعیت علمائے اسلام پاکستان

مفتی شیر محمد خان، رئیس دار الافتاء، دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ

مولانا محمد طیب قریشی، چیف خطیب خیبر پختونخوا

صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر، صدر ملی یکجہتی کونسل

مولانا ڈاکٹر عطاء الرحمٰن، جامعہ اسلامیہ تفہیم القرآن مردان

مفتی منیب الرحمٰن، حافظ نعیم الرحمٰن، پروفیسر ساجد میر اور مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ بوجوہ شریک نہیں ہو سکے، لیکن ان کی نمائندگی بالترتیب مفتی سید حبیب الحق شاہ، جناب ڈاکٹر فرید احمد پراچہ، جناب حافظ احسان احمد، ایڈووکیٹ سپریم کورٹ، اور مفتی عبد الرشید نے کی۔

۴...... دوران سماعت علمائے کرام نے فرمایا کہ دینی پہلوؤں پر بالخصوص پیراگرافوں ۷، ۴۲ اور ۴۹)ج(سے وہ مطمئن نہیں ہیں اور انہیں حذف کرنے کی ضرورت ہے۔ بعض اہل علم نے چند دیگر پیراگرافوں پر بھی اعتراض کیے، مگر سب کی رائے یہ تھی کہ صرف ان پیراگرافوں کو حذف کرنے سے شاید مزید ابہام پیدا ہو۔ انہوں نے اس موضوع پر اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پیش نظر رکھنے پر بھی زور دیا (جن کو پہلے سنا جا چکا ہے)۔ فاضل حافظ احسان احمد، ایڈووکیٹ سپریم کورٹ، جو پروفیسر ساجد میر کی نمائندگی کر رہے تھے، نے یہ رائے پیش کی کہ اس فیصلے کو دوبارہ تحریر کیا جائے اور ان کی اس رائے سے تمام علمائے کرام نے اتفاق کیا۔ ان کی اس متفقہ رائے کو مدنظر رکھتے ہوئے اب یہ فیصلہ جاری کیا جا رہا ہے۔

۵...... عدالت کے سامنے دینی مسئلہ تفسیر صغیر، جو مرزا بشیر الدین محمود کی تصنیف ہے، کے متعلق ہے۔ فاضل اہل علم کو سننے اور ان کے دلائل سمجھنے کے بعد عدالت نے ۲۲ راگست ۲۰۲۴ء کو درج ذیل مختصر حکم نامہ جاری کیا:

تفصیلی دلائل سننے کے بعد وفاق کی درخواست منظور کرتے ہوئے عدالت اپنے حکم نامے مؤرخہ ۶ فروری ۲۰۲۴ء اور فیصلے مورخہ ۲۴ جولائی ۲۰۲۴ء میں تصحیح کرتے ہوئے معترضہ پیراگرافوں کو حذف کرتی ہے اور ان حذف شدہ پیراگرافوں کو

نظیر کے طور پر پیش/ استعمال نہیں کیا جا سکے گا۔ ٹرائل کورٹ ان پیراگرافوں سے متاثر ہوئے بغیر مذکورہ مقدمے کا فیصلہ قانون کے مطابق کرے۔ اس مختصر حکم نامے کی تفصیلی وجوہات بعد میں جاری کی جائیں گی۔ مذکورہ تفصیلی وجوہات درج ذیل ہیں۔

٦...... جب یہ مقدمہ پہلے سنا گیا تھا، تو ہمیں تفسیر صغیر، یا اس کے مصنف کے بارے میں علم نہیں تھا۔ اس لیے فیصلے میں نمایاں غلطی ہوئی۔ اب ہم نے دونوں کے متعلق کچھ بنیادی معلومات حاصل کی ہیں۔ تفسیر صغیر کے مصنف کے چار پہلو ہیں۔ پہلا: مصنف ہونے کا، دوسرا: مرزا غلام احمد قادیانی کے فرزند ہونے کا، تیسرا: اپنے والد کے عقائد اور تصورات کے پیروکار ہونے کا، اور چوتھا: اپنے آپ کو خلیفۃ المسیح الثانی، یعنی اپنے مسیح کا دوسرا خلیفہ کہلوانے کا۔ یہاں مرزا بشیر الدین محمود نے مسیح، اپنے والد مرزا غلام احمد قادیانی کو کہا ہے اور احمدی/ قادیانی حکیم نور الدین بھیروی کو پہلا خلیفہ اور مرزا بشیر الدین محمود کو دوسرا خلیفہ کہتے ہیں۔ اس لیے ہم نے ضروری سمجھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تصانیف کا بھی جائزہ لیا جائے۔

٧...... مرزا غلام احمد کی پیدائش ضلع گورداسپور کے قصبہ قادیان میں ہوئی اور اسی لیے اپنے نام کے ساتھ قادیانی لکھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے بہت کچھ لکھا ہے اور ان کے ۸۴ رسالوں کا مجموعہ روحانی خزائن کے عنوان سے نظارت اشاعت ربوہ نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ سے شائع کیا ہے جو کہ ۲۳ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس فیصلے میں دیئے گئے حوالے اس مجموعے سے ہیں۔

٨...... روحانی خزائن کا جائزہ لینے پر ہمیں کافی تعجب ہوا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے انبیائے کرام، بالخصوص حضرت عیسیٰ علیہ السلام (Jesus Christ) اور ان کی والدہ محترمہ بی بی مریم علیہا السلام (Mary) کے متعلق بھی کئی مقامات پر بہت ہی غیر مناسب باتیں لکھی ہیں۔ ہم ان کلمات کو اپنے فیصلے میں نقل کرنا مناسب نہیں سمجھتے کیونکہ اس طرح ان کی بلا وجہ تشہیر ہو گی جو کہ نہ صرف مسلمانوں کے لیے بلکہ مسیحی

برادری کے لیے بھی دل آزاری کی باعث ہوگی۔ ❶

۹ ...... مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریرات اور تفسیر صغیر میں کئی مقامات پر حضرت محمد ﷺ کے بعد نبوت کا سلسلہ جاری رہنے کا دعوی کیا گیا ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی کے لیے نبی، مسیح موعود، مہدی موعود اور اس طرح کے دوسرے القابات اختیار کیے گئے ہیں۔ ❷

۱۰ ...... اسلام کا ایک بنیادی اصول ہے کہ مسلمان وہی ہوسکتا ہے جو قرآن مجید کو اللہ تعالی کی آخری نازل کی ہوئی کتاب اور حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالی کا آخری رسول اور نبی مانتا ہو اور آپ ﷺ کے بعد سلسلہ وحی کے انقطاع پر ایمان رکھتا ہو:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ [سورۃ الاحزاب ۴۰]

ترجمہ: محمد ﷺ تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں میں سب سے آخری نبی ہیں۔

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَ لَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّ مَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ بَاسِطُوْۤا اَيْدِيْهِمْ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَ كُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾

[سورۃ الانعام:۹۳]

---

❶ روحانی خزائن، ج ۱۱ ص ۳۸: ج ۱۱ ص ۲۸۹، ۲۹۱: ج ۲۳ ص ۱۸، ۷۱، ۴۳۵: ج ۲۲ ص ۱۵۹: ج ۲۲ ص ۴۰۶: ج ۲۲ ص ۵۲۱، ج ۲۳ ص ۱۶۴، ۱۸۱، ۱۹۱۔

❷ مرزا غلام احمد قادیانی نے رسالے حقیقۃ الوحی میں پوری صراحت کے ساتھ اپنی نبوت کا دعوی کیا ہے: روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۵۰۳ تفسیر صغیر میں ایسے دعووں کے لیے دیکھیے(: تفسیر صغیر (اسلام آباد: اسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ ۱۹۹۰) ص ۷۹۱: ص ۱۱۹، ۱۲۰: ۱۶۵۱ اور ص ۷۲۶)

ترجمہ: اور اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے، یا یہ کہے کہ مجھ پر وحی نازل کی گئی ہے، حالانکہ اس اس پر کوئی وحی نازل نہ کی گئی ہو، اور اسی طرح وہ جو یہ کہے کہ میں بھی ویسا ہی کلام نازل کردوں گا جیسا اللہ نے نازل کیا ہے؟ اور اگر تم وہ وقت دیکھو (تو بڑا ہولناک منظر نظر آئے) جب ظالم لوگ موت کی سختیوں میں گرفتار ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے (کہہ رہے ہوں گے کہ) اپنی جانیں نکالو، آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔ اس لئے کہ تم جھوٹی باتیں اللہ کے ذمہ لگاتے تھے، اور اس لیے کہ تم اس کی نشانیوں کے خلاف تکبر کا رویہ اختیار کرتے تھے۔

۱۱...... یہی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی متعدد دفعہ فرمائی ہے:

إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُولَ بَعْدِي وَلَا نَبِيَّ۔ ❶

ترجمہ: رسالت اور نبوت ختم ہوچکیں، پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہے، نہ کوئی نبی۔

أَنَا الْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِي۔ ❷

ترجمہ: میں سب کے بعد آنے والا ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔

إِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِى۔ ❸

ترجمہ: بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

---

❶ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی، سنن الترمذی، کتاب رویا، باب: ذھبت النبوۃ، حدیث نمبر ۲۲۷۲

❷ مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی اسمائہ، حدیث نمبر ۲۳۵۴

❸ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، حدیث نمبر ۳۴۵۵

كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ، وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي، وَسَيَكُونُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُونَ۔ ❶

ترجمہ: بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاء کرتے تھے اور ایک نبی کی وفات کے بعد دوسرے نبی ان کی جگہ لے لیتے، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں، البتہ حکمران ہوں گے اور بہت ہوں گے۔

ختم نبوت کی اس حقیقت کو حضرت محمد ﷺ نے کس خوبصورت اور بلیغ مثال کے ذریعے واضح کیا ہے:

إِنَّ مَثَلِي وَمَثَلَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بَيْتًا فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِهِ وَيَعْجَبُونَ لَهُ وَيَقُولُونَ هَلَّا وُضِعَتْ هَذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَأَنَا اللَّبِنَةُ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ۔ ❷

ترجمہ: میری اور مجھ سے پہلے کے تمام انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک گھر بنایا اور اس میں ہر طرح کی زینت پیدا کی لیکن ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ اب تمام لوگ آتے ہیں اور مکان کو چاروں طرف سے گھوم کر دیکھتے ہیں اور تعجب میں پڑ جاتے ہیں لیکن یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ یہاں پر ایک اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ تو میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔

---

❶ ایضاً کتاب احادیث الانبیاء، حدیث نمبر ۳۴۵۵

❷ ایضاً کتاب المناقب، باب خاتم النبیین، حدیث نمبر ۳۵۳۵

۱۲...... امت کا اس پر اجماع کلی قطعی ہے کہ ''خاتم النّبیین'' کے معنیٰ ''آخر النّبیین'' ہے اور یہ کلمات قرآنی قطعی الثبوت ہونے کے ساتھ ساتھ قطعی الدلالت بھی ہیں، غیر مؤول ہیں، لہٰذا الفظ ''خاتم'' پر لفظی ابحاث قطعی غیر متعلقہ، بے محل اور نا قابل توجہ ہیں۔ امام غزالیؒ نے امت مسلمہ کے اس اجماعی عقیدے کی تصریح کرتے ہوئے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت کے ختم ہونے پر ایمان کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوتا، فرمایا:

أَنَّ الأُمَّةَ فَهِمَتْ بِالْإِجْمَاعِ مِنْ هَذَا اللَّفْظِ. وَمِنْ قَرَائِنِ أَحْوَالِهِ. أَنَّهُ أَفْهَمَ عَدَمَ نَبِيٍّ بَعْدَهُ أَبَداً. وَعَدَمَ رَسُولِ اللهِ أَبَداً. وَأَنَّهُ لَيْسَ فِيهِ تَأْوِيلٍ. وَلَا تَخْصِيص؛ فَمُنْكِرُ هَذَا لَا يَكُونُ إِلَّا مُنْكِرَ الْإِجْمَاعِ۔ ❶

ترجمہ: اس لفظ (خاتم النّبیین) سے اور اس کے حالات کے قرائن سے امت نے اجماعی طور پر یہ سمجھا ہے کہ آپ نے اپنے بعد کسی نبی کے اور کسی رسول کے کبھی نہ آنے کی بات سمجھائی ہے، اور یہ کہ اس کی اور کوئی تاویل نہیں ہے، نہ ہی اس کی تخصیص کی گئی ہے، اس لیے اس کا انکار کرنے والا امت کے اجماع کا منکر ہے۔

۱۳...... اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین (آئین) نے بھی اس بنیادی اصول کو تسلیم کرتے ہوئے قرار دیا ہے کہ مسلمان وہ ہیں جو ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط ایمان رکھتے ہیں۔ آئین کا آغاز اللہ تعالیٰ کے نام اور اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ کے اقرار سے ہوتا ہے اور کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے مقرر کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے پاکستان کے عوام اختیار کو ایک مقدس امانت کے طور پر عوام کے منتخب

---

❶ ابو حامد محمد بن محمد الغزالی، الاقتصاد فی الاعتقاد، تحقیق عبداللہ محمد الخلیلی (بیروت: دار الکتب العلمیہ ۲۰۰۴ء) ص ۱۳۷۔

نمائندوں کے ذریعے استعمال کریں گے۔ مسلمان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی قرآن وسنت میں مذکور اسلامی تعلیمات کے مطابق بسر کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ ❶

۱۴...... آئین نے ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا ہے ❷ اور تصریح کی ہے کہ پاکستان کا ریاستی مذہب اسلام ہے ❸ آئین نے یہ اعلان بھی کیا ہے کہ پاکستان میں رائج تمام قوانین کو قرآن وسنت میں مذکور اسلامی احکام سے ہم آہنگ بنایا جائے گا اور یہ کہ کوئی ایسا قانون نہیں بنایا جائے گا جو ان احکام سے متصادم ہو ❹۔ متعدد قوانین میں یہ تصریح بھی کی گئی ہے کہ ان قوانین کی تعبیر وتشریح قرآن وسنت میں مذکور اسلامی احکام کے مطابق ہوگی ❹، اور قانون نفاذ شریعت ۱۹۹۱ء میں تمام قوانین کے لیے یہ عمومی اصول طے کیا گیا ہے ❺ چنانچہ ماضی قریب میں سپریم کورٹ (عمل اور طریق کار) ایکٹ ۲۰۲۳ء ❻ کی آئین کے ساتھ مطابقت کے متعلق فل کورٹ نے

---

❶ یہ اصول آئین کے دیباچے میں مذکور ہیں جو دراصل اس قرارداد پر مشتمل ہے جو ۱۲/مارچ ۱۹۴۹ء کو پہلی آئین ساز اسمبلی نے منظور کی تھی اور قرارداد مقاصد کے عنوان سے مشہور ہے۔ اس قرارداد کے ذریعے پاکستان کے آئین کے بنیادی خدوخال طے کیے گئے۔ ۲۰۱۵ء میں فوجی عدالتیں قائم کرنے کے لیے آئین میں کی گئی ترمیم کو جب سپریم کورٹ کے سامنے چیلنج کیا گیا، تو بعض ججوں (جسٹس جواد ایس خواجہ اور جسٹس قاضی فائز عیسی نے الگ الگ فیصلوں میں قرار دیا کہ آئین میں کی گئی ترمیم کو بھی قرارداد مقاصد میں مذکور اصولوں پر پرکھا جاسکتا ہے۔ ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن راولپنڈی بنام وفاق پاکستان 2015PLD Supreme Court 401 قرارداد مقاصد کو ابتدا میں آئین پاکستان میں دیباچے کے طور پر شامل کیا گیا تھا، لیکن بعد میں اسے آئین کا موثر بہ عمل حصہ بنادیا گیا تھا (اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین، دفعہ ۲/الف)

❷ آئین، دفعہ ۱ ❸ ایضا، دفعہ ۲

❹ ایضاً، دفعہ ۲۲۷

❹ مثال کے طور پر دیکھیے: مجموعہ تعزیرات پاکستان، دفعہ ۳۳۸/الف پنجاب قانون شفعہ ۱۹۹۱ء، دفعہ ۳: خیبر پختونخوا نجی قرضوں پر سود کی ممانعت کا قانون ۲۰۱۶ء دفعہ ۱۷

❺ قانون نفاذ شریعت ۱۹۹۱ء، دفعہ ۴

❻ Supreme Court (Practice and Procedure) Act, 2023.

فیصلہ کیا❶، تو اس میں اس اصول کی تصریح کی گئی کہ جہاں کسی قانون کی دو تعبیرات ممکن ہوں، تو عدالت اس تعبیر کو اختیار کرے گی جو قرآن وسنت میں مذکور اسلامی احکام اور آئین میں مذکور پالیسی کے اصولوں سے ہم آہنگ ہو۔

۱۵...... آئین اور قانون کسی کو اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ وہ کسی اور مذہب کی توہین کرے یا اس کی مقدس شخصیات کے متعلق غلط بیانی کرے۔ تفسیر صغیر میں اور مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتابوں میں بھی مسیحیت اور اسلام دونوں ہی کے متعلق اس اصول کی خلاف ورزی کی ہے۔ نیز اعلیٰ عدالتوں کے فیصلے قادیانیوں کو اس امر کا پابند کر چکے ہیں کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے دینی شعائر کو استعمال نہیں کر سکتے۔

۱۶...... آئین کی دفعہ ۲۰ میں مذہبی آزادی کے حق کو قانون، اخلاق اور امن عامہ کے تابع کیا گیا ہے اور مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵/اے نے مذہبی جذبات مجروح کرنے اور مقدسات کی توہین کو قابل سزا جرم قرار دیا ہے۔ چنانچہ آزادی رائے کے نام پر کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی اور کی تضحیک کرے یا اس کے مذہبی جذبات کو مجروح کرے۔ حقوق انسانی کا بین الاقوامی قانون بھی اس کی ممانعت کرتا ہے اور اقوام متحدہ کے سیاسی وشہری حقوق کے بین الاقوامی میثاق ۱۹۶۶ء میں اس کی تصریح کی گئی ہے ❷۔ اسی طرح کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو کسی ایسے مذہب کا پیروکار ظاہر کرے جس کے بنیادی عقیدے سے ہی وہ انکاری ہو۔ لہٰذا قادیانیوں کا اپنے آپ کو ''مسلمان'' یا ''احمدی مسلمان'' کہلانا درست نہیں ہے۔

---

❶ راجا عامر خان بنام وفاق پاکستان

PLJ 2024Supreme Court 114

When two interpretations are possible, the one that conforms with theInjunctions of Islam shall be adopted

ترجمہ: جب دو تعبیرات ممکن ہوں، تو اس تعبیر کا اختیار کرنا لازم ہے جو اسلامی احکام کے ساتھ ہم آہنگ ہو۔

❷ International Covenant on Civil and Political Rights, 1966,Articles 18 (3) and 20 (2)

۱۷...... آئین نے بھی مسلمان کی تعریف متعین کر دی ہے۔ جب یہ مسئلہ کھڑا ہوا تو پارلیمان میں تفصیلی مباحثہ ہوا اور قادیانی گروپ اور لاہوری گروپ جو خود کو احمدی کہتے ہیں، کا موقف سننے اور سمجھنے کے لیے قومی اسمبلی کے پورے ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی، (مخصوص کمیٹی) تشکیل دی گئی کیونکہ ایوان میں صرف ایوان کے ارکان ہی بات کر سکتے تھے، لیکن کمیٹی کسی بھی فرد کو سن سکتی تھی [1]۔ مقننہ کی اس خصوصی کمیٹی کی کارروائی ۵/اگست ۱۹۷۴ء کو شروع ہوئی اور ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو پوری ہوئی [2]۔ کارروائی اس وقت کے اٹارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار نے چلائی۔ خصوصی کمیٹی میں قادیانی گروپ اور لاہوری گروپ کا موقف سامنے آیا اور نتیجتاً اس پر اتفاق ہوا کہ وہ غیر مسلم ہیں۔

۱۸...... اس کے بعد خصوصی کمیٹی نے درج ذیل سفارشات متفقہ طور پر منظور کر کے قومی اسمبلی کو بھیج دیے:

(A) That the Constitution of Pakistan be amended as follows:

(i) That in Article 106(3) a reference be inserted to persons of the Qadiani Group and the Lahori Group (who call themselves Ahmadis):

---

[1] قومی اسمبلی نے یہ خصوصی کمیٹی ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو بنائی۔ دیکھیے:

The National Assembly of Pakistan Debates: Final Report, Third Session of 1974,Sunday, the 30th June 1974,pp. 1302-1309

[2] کارروائی درج ذیل (کل (۲۱) دنوں میں کی گئی: ۵/اگست سے ۱۰/اگست تک، پھر ۲۰/اگست سے ۲۴/اگست تک، پھر ۲۷/اگست سے ۳۱/اگست تک، پھر ۲ ستمبر سے ۳ ستمبر تک اور پھر، ۵ ستمبر سے ۷ ستمبر تک۔ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو خصوصی کمیٹی کی سفارشات قومی اسمبلی میں پیش کی گئیں اور پھر اس کی روشنی میں قومی اسمبلی نے دوسری آئینی ترمیم کا بل متفقہ طور پر منظور کیا:

The National Assembly of Pakistan Debates: Final Report, Third Session of 1974,Saturday, the 7th September 1974 ,pp. 559-574

(ii) That a non-Muslim may be defined in a new clause in Article 260.

To give effect to the above recommendations, a draft Bill unanimously agreed upon by the Special Committee is appended).

B (That the following explanation be added to section 295-A of the Pakistan Penal Code:

"Explanation A Muslim who professes, practices or propagates against the concept of the finality of the Prophethood of Muhammad(peace be upon him) as set out in clause (3) of Article 260of the Constitution shall be punishable under this section"

(C) That the consequential legislative and procedural amendments may be made in the relevant laws, such as the National Registration Act, 1973,and the Electoral Rolls Rules, 1974).

(D) That the life, liberty, honour and fundamental rights of all citizens of Pakistan, irrespective of the Communities to which they belong, shall be fully protected and safeguarded.[1]

ترجمہ(۱:) کہ پاکستان کے آئین میں درج ذیل طور پر ترمیم کی جائے:

i) کہ دفعہ (۳)۱۰۶ میں قادیانی گروپ اور لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی کہتے ہیں) کی طرف حوالہ شامل کیا جائے؟

---

[1] دیکھیے:

Proceedings of the Special Committee of the Whole House to Consider the Qadiani Issue,Saturday, the 7th September, 1974,pp. 3080-3081.

(ii) کہ دفعہ ۲۶۰ کی ایک نئی شق میں غیر مسلم کی تعریف دی جائے۔ان سفارشات کو عملی صورت دینے کے لیے خصوصی کمیٹی کا متفقہ طور پر منظور کیا گیا مسودہ ضمیمہ میں شامل کیا گیا ہے۔

(ب) کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵/اے میں درج ذیل توضیح کا اضافہ کیا جائے: توضیح: اگر آئین کی دفعہ ۲۰۰ کی شق (۳) میں طے کیے گئے حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت کے تصور کے خلاف کوئی مسلمان عقیدہ رکھے، اس پر عمل کرے یا اس کی تبلیغ کرے، تو اسے اس دفعہ کے تحت سزا دی جا سکے گی۔‘‘

)ج(کہ نتیجتاً متعلقہ قوانین، جیسے نیشنل رجسٹریشن ایکٹ ۱۹۷۳ء، اور الیکٹورل رول رولز ۱۹۷۴ء میں قانونی اور ضابطے کی ترامیم کی جائیں گی۔

(د) پاکستان کے تمام شہریوں، خواہ ان کا تعلق کسی بھی برادری سے ہو، کی زندگی، آزادی، عزت اور بنیادی حقوق کی مکمل حفاظت کی جائے گی اور تحفظ فراہم کیا جائے گا۔ [1]

۱۹...... آئین کی دفعہ ۲۶۰ میں ذیلی دفعہ (۳) میں قرار دیا گیا ہے:

In the Constitution and all enactments and other legalinstruments, unless there is anything repugnant in the subject orcontext:

(a) "Muslim" means a person who believes in the unityand oneness of Almighty Allah, in the absolute and unqualified finality of the Prophethood of Muhammad (peace be upon him) the last of the prophets, and doesnot believe in, or recognize as a prophet or religious reformer, any person who claimed or claims to be a prophet, in any sense of the word or of any description whatsoever, after Muhammad(peace be upon him) and

---

[1] ایضاً ص ۳۰۸۱: ان سفارشات پر ایوان کے درج ذیل ارکان نے دستخط کیے تھے: جناب عبد الحفیظ پیرزادہ، مولوی مفتی محمود، مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی، پروفیسر غفور احمد، جناب غلام فاروق، چوہدری ظہور الٰہی، سردار مولا بخش سومرو۔

(b) "non-Muslim" means a person who is not a Muslim and includes a person belonging to the Christian, Hindu, Sikh, Buddhist or Parsi community, a person of the Quadiani Group or the Lahori Group who call themselves'Ahmadis or by any other name or a Bahai, and a person belonging to any of the Scheduled Castes. ❶

ترجمہ: آئین میں اور تمام قوانین اور قانونی دستاویزات میں، جب تک موضوع یا سیاق میں اس کے برعکس مفہوم نہ ہو:

(الف) ''مسلمان'' سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ کی وحدانیت اور توحید پر ایمان رکھے، حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط ایمان رکھے اور حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی شخص پر، جس نے خود کو نبی کہا تھا یا کہتا ہے، ایمان نہ رکھے نہ ہی اسے نبی یا مذہبی مصلح کے طور پر تسلیم کرے؟

(ب) ''غیر مسلم'' سے مراد وہ شخص ہے جو مسلمان نہیں ہے اور اس کے مفہوم میں وہ شخص شامل ہے جو مسیحی، ہندو، سکھ، بدھسٹ یا پارسی برادری سے تعلق رکھتا ہو، قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی کہتے ہیں) کا فرد، یا کوئی بہائی، اور جدولی ذاتوں سے تعلق رکھنے والا شخص۔

۲۰...... علمائے کرام نے دو عدالتی نظائر کا بھی درست حوالہ دیا۔ وفاقی شرعی عدالت نے مقدمہ بعنوان ''مجیب الرحمٰن بنام حکومت پاکستان ❷ میں تفصیلی بحث کے بعد یہ

❶ Article 6of the Constitution(Third Amendment(Order 1985) President's Order No. 24of 1985 (19th March 1985,Gazette of Pakistan, Extraordinary, Part I, 19th March 1985.

❷ PLD 1985Federal Shariat Court 8.

فیصلہ دیا کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعات ۲۹۸ بی اور ۲۹۸ سی قرآن وسنت میں مذکور اسلامی احکام سے متصادم نہیں ہیں؟ اور سپریم کورٹ نے مقدمہ بعنوان ظہیر الدین بنام ریاست ❶ کے فیصلے میں قرار دیا کہ مذکورہ دفعات اور شقوں میں کوئی بھی آئین میں مذکور بنیادی حقوق سے متصادم نہیں ہے۔ سپریم کورٹ نے یہ بھی واضح کیا کہ مذکورہ دفعات میں احمدیوں/ قادیانیوں کو جن اصطلاحات اور تراکیب کے استعمال سے روکا گیا ہے، ان کا دین اسلام میں مخصوص مفہوم ہے اور جو لوگ مسلمان نہیں ہیں وہ اپنے مذہبی امور میں ان کے استعمال سے مسلمانوں کو دھوکے میں ڈال سکتے ہیں جس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ ❷

۲۱...... آئین اور قانون نے مختلف حقوق کے درمیان توازن قائم کر رکھا ہے۔ آئین میں جن بنیادی حقوق کی ضمانت دی گئی ہے، ان میں کئی حقوق کے ساتھ مختلف الفاظ میں یہ قید لگائی گئی ہے۔ مثلاً کئی حقوق کے متعلق قرار دیا گیا ہے کہ عوامی مفاد ❸ میں یا امن عامہ کی خاطر ❹، یا پاکستان کی حاکمیت یا سالمیت، امن عامہ یا اخلاق کی خاطر ❺، یا اس نوعیت کے دیگر اقدار کی بنیاد پر قانون کے ذریعے معقول قیود عائد کی جاسکتی ہیں۔ ان متعدد حقوق کی طرح مذہبی آزادی کا حق بھی قانون، امن عامہ اور اخلاق کے تابع ہے ❻۔

۲۲...... خصوصی کمیٹی کے مباحث میں بعض ارکان نے اور دوران سماعت بعض علمائے کرام نے بھی اس بات پر زور دیا کہ مسلمانوں پر رسول اللہ ﷺ کے بہترین اخلاق کی پیروی لازم ہے اور یہ کہ ان کے بہترین اخلاق سے بھی عیاں ہے کہ وہ خاتم النبیین ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالی نے نبی ﷺ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت قرار دیا ہے اور آپ کے بہترین اخلاق کی گواہی دی ہے:

---

❶ 1993SCMR 1718.

❷ ایضاً ص ۱۷۵۱۔ ❸ آئین، دفعہ ۱۵۔ ❹ ایضاً، دفعہ ۱۶۔

❺ ایضاً، دفعہ ۱۷۔ ❻ ایضاً، دفعہ ۲۰۔

وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ [سورۃ القلم، آیت:4]

ترجمہ: اور یقیناً آپ بہت عمدہ اخلاق پر ہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ [سورۃ الانبیاء، آیت:107]

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا ہے، بلکہ آپ کی اتباع کا بھی حکم دیا ہے اور آپ کے اعلیٰ کردار کو مسلمانوں کے لیے بہترین نمونہ قرار دیا ہے:

وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

[سورۃ آل عمران، آیت:132]

ترجمہ: اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ [سورۃ آل عمران، آیت:31]

ترجمہ: کہہ دیجیے، اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝ [سورۃ آل عمران، آیت:31]

ترجمہ: یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی، اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے۔

۲۳...... عدالت ہٰذا وفاق اور حکومت پنجاب کی جانب سے دائر کی گئی تصحیح کی

درخواست، جس کی تائید علمائے کرام نے بھی کی، منظور کرتے ہوئے قرار دیتی ہے کہ:

(الف): حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان اس امر کے ساتھ مشروط ہے کہ آپ ﷺ کو خاتم النّبیین بمعنی ''آخر النّبیین'' مانا جائے؟

(ب): اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی دفعہ (۳)۲۶۰ میں بھی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط ایمان کو مسلمان کی تعریف کا لازمی جزو قرار دیا گیا ہے اور اس سلسلے میں کوئی اور تاویل یا توجیہ قابل قبول نہیں ہے۔ جس طرح دنیا کے ہر ملک و ریاست کے ہر پابند آئین و قانون شہری پر لازم ہے کہ وہ اپنے اس ملک کے آئین و قانون کو لفظاً و معنیً تسلیم کرے اور آئین ''ام القوانین'' ہوتا ہے، اس لیے قادیانیوں پر بھی لازم ہے کہ وہ آئین میں طے شدہ اپنی آئینی حیثیت کو تسلیم کریں، تو اس کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے ان کے حقوق کا تعین بھی ہو سکے گا اور تحفظ بھی ہو سکے گا۔

(ج): خود کو احمدی/ قادیانی کہنے والوں کے مذہبی حقوق کے مسئلے پر مجیب الرحمٰن بنام حکومت پاکستان کے مقدمے میں وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے اور ظہیر الدین بنام ریاست کے مقدمے میں سپریم کورٹ کے فیصلے کو لازمی نظیروں کی حیثیت حاصل ہے اور امتناع قادیانیت آرڈی نینس اسلامی جمہوریہ پاکستان کا ایک مسلمہ اور نافذ العمل قانون ہے:

(د): غلطیوں کی تصحیح کے بعد موجودہ فیصلے نے حکم نامہ مؤرخہ ۶ فروری ۲۰۲۴ء اور حکم نامہ مورخہ ۲۴ جولائی ۲۰۲۴ء کی جگہ لے لی ہے اور اب یہ اس مقدمے کا حتمی اور قطعی فیصلہ ہے، البتہ حکم نامہ مؤرخہ ۶ فروری ۲۰۲۴، صرف ضمانت کی حد تک موثر رہے گا اور ملزم کے خلاف جن دفعات کے تحت مقدمہ دائر کیا گیا تھا، ٹرائل کورٹ ہمارے ۶ فروری ۲۰۲۴ء یا ۲۴ جولائی ۲۰۲۴ء کے فیصلوں سے (جو اب کالعدم ہیں) کسی طرح متاثر ہوئے بغیر مقدمے کی کارروائی جاری رکھے اور تمام حالات مقدمہ کو سامنے رکھتے ہوئے اس بات کا فیصلہ کرے کہ ملزم پر ان دفعات کے تحت جرم

بنتا ہے یا نہیں؟

۳۱...... عدالت ان تمام دینی اداروں اور افراد اور خصوصاً ان علمائے کرام کا شکریہ ادا کرتی ہے جنھوں نے اس اہم مسئلے پر عدالت کی رہنمائیکے لیے اپنی تحریرات بھیجیں یا عدالت میں دلائل پیش کیے۔

چیف جسٹس　　جج　　جج

اسلام آباد ۱۰/اکتوبر ۲۰۲۴ء

<u>اشاعت کے لیے منظور شد</u>

فتح باب نبوت پہ بے حد درود ختم دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام

سفیرِ ختمِ نبوت
خواجہ غلام دستگیر فاروقی
(بانی ادارۃ المنتہیٰ پاکستان)

ادارۃ المنتہیٰ پاکستان

کی عقیدہ ختم نبوت و ردِّ قادیانیت پر علمی و تحقیقی کتب

نمبر شمار	نام کتاب	صفحات
1	کتابیاتِ ختم نبوت (جلد اول)	567
2	کتابیاتِ ختم نبوت (جلد دوم)	515
3	اوّلیاتِ ختم نبوت	324
4	تاجدار گولڑہ اور جہاد ختم نبوت	86
5	پیش گوئیاں	206
6	آئینہ قادیانیت	64
7	سوزِ دل (رسالہ)	14
8	انصاف کیجیے (رسالہ)	16
9	ارمغانِ ختم نبوت (جلد اول)	480
10	ارمغانِ ختم نبوت (جلد دوم)	440
11	ارمغانِ ختم نبوت (جلد سوم)	490

سہ ماہی المنتہیٰ کے خصوصی شمارے

نمبر شمار	نام کتاب	صفحات
1	تحریک ختم نبوت 1953ء	295
2	قادیانیت پر آخری ضرب نمبر	170
3	تحفظ ختم نبوت اور بابو پیر بخش لاہوری	136
4	سرتاج ختم نبوت	88
5	اربعین عقیدہ ختم نبوت	96
6	اسلام اور قادیانیت	116
7	تحفظ ختم نبوت اور علمائے ضلع قصور	200

آپ بذریعہ ڈاک ہماری کتب و لٹریچر منگوا سکتے ہیں

0302.3911531
0300.2386725

قادیانیت پر آخری ضرب نمبر
7 SEP
1974

اربعین عقیدۂ ختم نبوت

ارمغان ختم نبوت
1

ارمغان ختم نبوت
2

اسلام اور قادیانیت

تحریکِ ختمِ نبوت
1953ء

یادداشت

ایک علمی خزانہ

عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنہ قادیانیت کی تردید کے محاذ پر معروف سکالر جناب محمد متین خالد کی خدمات نہایت گراں قدر ہیں۔ ان موضوعات پر ان کا قلم گزشتہ چار دہائیوں سے اپنی تمام تر جولانیوں کے ساتھ رواں دواں ہے۔ دینی غیرت وحمیت اور محبت رسول ﷺ پر مبنی ان کی ہر تحریر اپنے موضوع پر بے حد تحقیقی، علمی اور معلوماتی ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت چشم کشا ہوتی ہے اور غور وفکر کی حامل بھی۔ دلکش انداز، فکر انگیز معلومات، دل پذیر اسلوب بیان، تخلیقی بصیرت اور گداز جذبات سے بھرپور ان کی تحریریں قلب کو گرمانے اور روح کو تڑپانے کے لیے مہمیز کا کام دیتی ہیں۔ ان کا مطالعہ سایہ کی طرح نہیں جو لمحوں میں ختم ہو جائے بلکہ قلب و ذہن پر نقش جاوداں بنانے کا کام کرتا ہے۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ جناب محمد متین خالد کی تمام نایاب کتب، رسائل، مضامین، آڈیوز اور ویڈیوز وغیرہ ایک جگہ پر جمع ہو جائیں تاکہ ہر کس و ناکس اس سے استفادہ کر سکے۔ الحمدللہ! دو سال کی جانگسل محنت کے بعد https://mateenkhalid.com/ کے نام سے ویب سائٹ تیار ہو گئی ہے۔ جہاں جناب محمد متین خالد کی تمام کتب، رسائل، آڈیوز اور ویڈیوز وغیرہ موجود ہیں۔ امید ہے وقت کے ساتھ ساتھ اس میں مزید اضافہ ہوتا رہے گا۔ (ان شاء اللہ) اس سائٹ کو خوب سے خوب تر بنانے کے لیے آپ کی قیمتی آراء کا انتظار رہے گا۔ شکریہ!

Scanned with OKEN Scanner